

هفت روزہ

لاہور

روزنامہ

پرنسپل سیکرٹری

شیخ الفیہ حضرت مولانا علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

18 NOVBR 1955.

یہ روزنامہ پاکستان کے بانی مولانا محمد علی جناح کی یاد میں ہے۔ لاہور

Al-Hispania

پتھوں کا صفحہ

یہ ابلیس

بیچ ہوتے ہی ابلیس اپنے تمام شاگردوں کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں بھیل دیتا ہے۔ تاکہ تمام انسانوں کو خدا کی نافرمانی پر آمادہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابلیس جب دستور تمام فریات کو اپنے اپنے کاموں پر بھیج کر ان کے کارہائے نمایاں کے انتظار میں اپنا تخت سمندر میں بچھا کر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ان کے کاموں کا بدلہ اور انجام دے شام ہوتے ہی ان تمام شاگردوں کی حاضری ہونے لگی۔ جو صبح گئے ہوتے تھے۔ چنانچہ جب تمام شیاطین آئے کہ ابلیس کے سامنے بادب کھڑے ہو گئے۔ تب ابلیس نے ہر ہر شیطان سے اس کے کام کے مستقل پوچھا شروع کیا کہ آج تم نے صبح سے اس وقت تک کیا کیا نمایاں کام کیا ہے۔ ایک شیطان آگے بڑھا۔ اور بلاشبہ ہو کر بولا۔ حضور جہاں پناہ میں نے آج ایک بہت بڑے عبادت گزار سے دُعا کروا دیا ہے۔ ابلیس نے کہا۔ ہاں یہ بھی ایک کام ہے مگر بہت اونچا کام نہیں ہے۔ کہ وہ عابد گناہ سے توبہ کر کے خدا سے معافی چاہ لے گا۔ کیونکہ

وہ جانتا ہے کہ کس طرح خدا کو راضی کیا جاسکتا ہے۔ میں تمہاری ساری محنت ختم ہو جائے گی۔ دوسرا بڑھا اور کہا کہ حضور میں نے آج ایک عالم کو نصیب اور جھوٹ میں گمراہ کر دیا ہے اس کو بھی ابلیس نے دبی جواب دیا۔ جو پہلے کو دیا تھا۔ عرض ہر ہر شیطان حاضر ہوتا گیا اور اپنے اپنے کاموں کو بیان کر کے ابلیس کے دربار سے انجام کا امیدوار رہا۔ مگر کسی شیطان کے کام سے بھی وہ خوش نہیں ہوا۔ اور نہ کسی کو انجام کا مستحق سمجھا۔ بلکہ بیت انہوں نے کہا تھا۔ کہ آج کوئی کام جو میری طبیعت کو خوش کرنے کا ہو کسی نے بھی نہیں کیا کہ اچانک ابلیس کی نظر ایسے شیطان پر پڑی جو تمام شیطانوں کے پیچھے ایک کوند سے لگا ہوا اپنی نظر نیچی کئے کھڑا تھا۔ ابلیس نے گرج کر کہا کیوں بے تالائق کیا تو نے آج کچھ کام ہی نہیں کیا آخر تو نے اپنا کام کیوں نہیں بیان کیا۔ اُس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ جہاں پناہ میں نے آج کام تو ضرور کیا ہے مگر عرض کرتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔ اس لئے کہ جب بڑے بڑے کام کرنے والے انجام کے مستحق نہ ہوئے۔ اور جہاں پناہ اس

سے خوش نہ ہوئے تو میرا ایک معمولی کام کیا درجہ رکھتا ہے۔ ابلیس نے کہا نہیں۔ نہیں کہو تم بھی کہو۔ ممکن ہے کوئی اچھا ہی کام ہو۔ اس سے عرض کیا کہ میں نے ایک طالب علم کو جو گھر سے دھندھا جا رہا تھا۔ اس کو دھندھا جانے سے روک کر بازار میں تماشہ کی طرف لگا دیا۔ اور دھندھا بھر کی اس کی پڑھائی میں نے آج ختم کر دی۔ یہ سنا تھا کہ ابلیس اپنے تخت پر سے اُتر کر صد آفریں کستا ہوا کودا اور اس شیطان کو لکے لگا لیا اور کہا کہ بیشک تو نے آج وہ کام کیا ہے کہ میری وجہ سے تو ہی تخت پر بیٹھنے کے لائق ہے۔ علم سے لوگوں کو روک کر کھیل کود میں لگائے رکھنا تمام کاموں سے بہتر کام ہے۔ اس لئے کہ جب علم ہی نہیں ہوگا۔ تو وہ نہ خدا کی بات جانے گا نہ رسول کی۔ میں جو چاہے گا اور جیسے چاہے گا اپنی زندگی خدا کی نافرمانی میں گزارے گا۔ اس کے مدھرنے کا کوئی راستہ ہی نہیں۔ ہمیشہ وہ حملے قبضہ میں رہے گا۔ اور وہ پھر ہمارا ساتھی ہو جائے گا۔

بھو! دیکھا تم نے شیطان کس طرح بڑھنے والے پتھوں کا دشمن بن کر اس کو پڑھنے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ تم بھی بہت ارادہ کرو۔ جب وہ ہمارے دشمن کرتا ہے۔ تو ہم بھی اس کے ساتھ خوب محنت سے پڑھ کر دشمنی کریں گے۔ تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے باغی بائوس ہو جائے۔ (ابلیس)

قوت عشق سے ہر لبت کو بالاکرے

دہر میں اجم محمدؐ سے اہلا کرے

خدا مال دین

ہفت روزہ

لاہور

جلد ۱ یوم جمعہ ۲ ربيع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۵۵ء شمارہ ۲۷

رہائشی مسئلہ

لاہور میں مکانوں کی قلت پہلے ہی شدید طور پر محسوس کی جا رہی تھی۔ لیکن حالیہ سیلابوں اور ایک یونٹ نے اس قلت کو اور بھی سخت تر بنا دیا ہے۔ شہر کے بیرونی حصوں میں سیلاب نے یا تو مکانات منہدم کر دیے ہیں یا ان کو ناقابل رہائش بنا دیا ہے۔ دوسرے لاہور ایک یونٹ کا دارالملکت بن گیا ہے اس لئے یہاں آبادی کی پہلے سے زیادہ کثرت لادبی ہے۔

چونکہ یہ مسئلہ زبردست ہے۔ لہذا ظاہر ہے کہ اس مسئلہ کا حل عوام کے پاس تو بالکل نہیں۔ اور نہ ہی متوسط طبقہ اس کو خاطر خواہ طور پر سلجھا سکتا ہے۔ البتہ خواص اور اہل ثروت اس مشکل سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔ ان کے بعد حکومت کا کام ہے کہ وہ رعایا کے لئے مکانات کا بندوبست کرے۔

اگر ہمارے سرمایہ دار اپنے مخمر سرمایہ کو حرکت دیں اور اس سے مکانات تعمیر کریں تو نہ صرف اس سے وہ بخوبی فائدہ حاصل کریں گے بلکہ کسی حد تک رہائشی قلت بھی دور ہو جائے گی۔ اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ چھ بڑی فرم کپہٹی یا اس قسم کا صنعتی ادارہ اپنے اپنے ملازمین کی رہائش کا بندوبست کرے۔ اسی طرح حکومت بھی سرکاری ملازمین کو کئی طور پر مکان بہم پہنچائے۔ اگرچہ حکومت نے سرکاری ملازموں کے لئے کچھ آبادیاں تعمیر کر رکھی ہیں۔ لیکن ایک تو وہ سراسر

ناکافی ہیں۔ اور دوسرے جب بہم رسائی (SUPPLY) سے مانگ (DEMAND) زیادہ ہو تو اقربا پروری۔ سفارش اور رشوت کے راستے کھل جاتے ہیں۔ لہذا حکومت کو چاہئے کہ وہ ایسے مؤثر اقدام کرے۔ جن کی وجہ سے ایسی بد عنوانیوں کا موقع ہی پیدا نہ ہو۔ اس سلسلہ میں سرکاری ملازمین اپنی تنخواہوں کے ذریعہ حکومت کی مدد کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں گے۔

اگر ہم نے سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور کیا تو کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔ کیونکہ یہ کوئی ناقابل حل مسئلہ تو ہے نہیں۔

اس سلسلہ میں ایک اور تجویز ذہن میں آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ لاہور کے رہنے والوں کو ”ضروری“ اور ”غیر ضروری“ قرار دے کر ”ضروری“ کو یہاں رکھا جائے۔ اور باقی جو ”غیر ضروری“ ہیں ان کو دوسرے شہروں یا دیہات میں بھیج دیا جائے۔ اس میں انصاف کو پیش نظر رکھا گیا تو مقصد پورا ہوگا۔ اگر اقربا پروری رشوت اور ظلم سے کام لیا گیا۔ تو معاملہ درہم برہم ہو جائے گا۔ ہیڈس آف ٹیپا رٹنٹ کے تمام دفاتر باہر منتقل کر دیے جائیں۔ مثلاً زراعت کا محکمہ لاکل پور صحت کا محکمہ ملتان۔ جیل خانہ جات کا محکمہ منٹگمری چلا جائے۔ اس طرح بھی کافی بوجھ کم ہو جائیگا۔

مجلس ذکر

۱۸ نومبر ۱۹۵۵ء کی مجلس ذکر میں بھی حاضرین کی تعداد معمول سے کم تھی۔

صحیح اندازہ تو نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے مقابلہ میں ۳۴ نومبر کی مجلس میں شریک ہونے والوں کی تعداد زیادہ تھی یا کم۔ البتہ خیال یہ ہے کہ غالباً اب کہ تعداد کچھ زیادہ تھی۔ ہمارے بعض بزرگوں کے ہاں تو روزانہ ذکر الہی کا پروگرام ہوتا تھا۔ اس کے مقابلے میں ہفتہ میں ایک دفعہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ذکر الہی کے لیے جمع ہونا تکلیف والا بیاق نہیں ہے۔ اس میں بھی اگر احباب مستحق کریں۔ تو بے حد افوسناک ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو ذکر میں باقاعدہ شمولیت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

اشاعت دین و اشتہارات

ہمارے ایک کرمفرما تحریر فرماتے ہیں ”ایک صاحب نے اشتہارات کے متعلق کہا تھا کہ ان کو دین کی اشاعت سے کیا نسبت بہ بہتر یہ ہوگا کہ آپ اس کا جواب آئندہ اشاعت میں شائع فرماویں۔ اگرچہ میں نے ان کی تسلی کرنے کی کوشش کی تھی۔“

اسلام کا منبع قرآن اور احادیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ دونوں میں تجارت کی فضیلت کے متعلق بشارت ارشادات موجود ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت علیؓ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ اور دیگر سلف صالحین نے بھی تجارت کی۔ ان حضرات نے اس کو اشاعت دین کا ذریعہ بنایا۔ کئی ملک میں اسی طرح اسلام کی اشاعت ہوئی۔

تجارت کے لئے اشتہارات بے حد ضروری ہیں۔ پہلے زمانہ میں اس کا طریقہ یہ تھا۔ کہ جب کوئی قافلہ مال تجارت لے کر آتا تو وہ ڈھول پیٹ کر اشتہار دیتا تھا۔ اب اخبارات کے صفحات اس کیلئے استعمال ہوتے گئے۔

حضور کا ارشاد ہے کہ **الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ ہفت روزہ ”گرام الدین“ کے اجر کا مقصد فقط اشاعت دین ہے۔ ہم نے اشاعت دین میں حصہ لینے کی غرض سے ہی بعض دیندار تاجر صاحبان

مردہ زندہ اور زندہ مردہ

(از حضرت شایخ تفسیر جناب مولانا احمد علی منشا خطیب جامع مسجد شیرالوالہ لاہور)

بعض الفاظ مختلف زبانوں میں مستعمل ہوتے ہیں اور ان مختلف زبانوں میں ان کی معنی بھی بدل جاتی ہے مثلاً بعض الفاظ سندھی زبان میں گالی میں اور پنجابی زبان میں وہ بڑے ہند بسمجھے جاتے ہیں۔ اور بعض الفاظ پنجابی زبان میں گالی ہیں۔ اور سندھی زبان میں بڑے ہند بسمجھے جاتے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس

مردہ اور زندہ کے الفاظ عام انسانوں کی اصطلاح میں ان کے معنی کچھ اور ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح میں ان کے معنی کچھ اور ہیں۔ عام انسانوں کی اصطلاح میں زندہ وہ ہے جو چلے پھرے کھائے پیئے۔ بولے چالے۔ وغیرہ اور مردہ وہ ہے جو نہ کھائے نہ پیئے۔ نہ بولے چالے وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الذِّمِّيِّ كَمَثَلِ الْيَهُودِيِّ وَالنَّجَشِيِّ لَا يَدْرِي كَوْنَهُ مَيِّتًا أَمْ حَيًّا وَلَا يَدْرِي كَوْنَهُ حَيًّا أَمْ مَيِّتًا (ترجمہ) ابی موسیٰ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔ اور جو یا نہیں کرتا۔ زندہ اور مردہ کی ہے (یعنی ذاکر زندہ اور غافل مردہ) حاصل

یہ نکلا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اصطلاح میں ذاکر اہی کرنے والے کو زندہ اور ذاکر الہی نہ کرنے والے کو مردہ سمجھا جائے گا۔ جب غافل کو مردہ کہا گیا پھر مشرک اور کافر تو بطریق اولیٰ شریعت کی اصطلاح میں مردہ کہلانے کے مستحق ہوں گے۔

زندہ سے مردہ کی پیدائش

حضرات انبیاء علیہم السلام ذاکرین کے امام ہیں اس لئے ان کی روحانی زندگی و مہرہوں کی روحانی زندگی سے بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہوتی ہے۔ اب اس ذات بے نیاز کی قدرت کا تماشا دیکھئے۔ اور اس کی نیازی کو دیکھ کر عقل نہک رہ جاتی ہے۔ اور بالآخر عقل کو یہ بانٹا پڑتا ہے۔ کہ اے اللہ تیری مصلحتوں اور حکمتوں کو تو سمجھ جانتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ تیرا ہر کام مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ مگر انسان تیری مصلحتوں

کی نہ تک پہنچنے سے عاجز ہے۔ پس یہی عقیدہ کافی ہے ذوق من کما جاء ولا نسل عن کیفیتہ (ترجمہ) جیسا کہ (شریعت میں) آیا ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت دریافت نہیں کرتے۔

قدرت کا تماشا

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے اور اول العزم نبی اور ان کا بیٹا کافر۔ قولہ تعالیٰ :-

وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَمَرْتُ النَّاسَ أَنْ يَمْلِكُوا لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ مَثَلًا وَإِنِّي أَعِصَمُ الْكَافِرِينَ (ترجمہ) اے نوح! میں نے لوگوں کو حکم دیا کہ اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی نہ کریں۔ اور میں کافروں کو بچاؤں گا۔

پارہ ۱۱

ترجمہ :- اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جبکہ کفار پر تھا۔ اے بیٹے! ہم نے تم کو کافر اور کافروں کے ساتھ نہ رہنے کا حکم دیا۔ کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پیادے لیتا ہوں۔ جو مجھے پانی سے بچائے گا۔ کہا۔ آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں۔ مگر جس کو میں رحم کرے اور نیکوں کے درمیان موج حاصل ہوگی۔ پھر وہ دُجنے والوں میں ہو گیا۔

مردہ سے زندہ کی پیدائش

قولہ تعالیٰ :-

فَإِذْ كُنَّا فِي الْغَابِ إِتْرَاهِيمُ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ لَئِنِ اتَّخَذْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلهًا فَإِنَّكُم مِّنْ خَسِرَاتٍ (ترجمہ) اور جب ہم غائب تھے۔ ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا۔ اے میرے باپ! تو کیوں پوجتا ہے۔ ایسے کو جو نہ نفع دے۔ اور نہ

ہے۔ اور نہ تیرے کچھ کام آسکے۔ اے میرے باپ! بے شک مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے۔ جو تمہیں حاصل نہیں۔ تو آپ میری تابعداری کریں۔ میں آپ کو سب سے راستہ دکھاؤں گا۔ اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کرو۔ بیشک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! بیشک مجھے خوف ہے۔ کہ تم پر اللہ کا عذاب آئے۔ پھر تم شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔ کہا۔ اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ البتہ اگر تو باز نہ آیا۔ میں تجھے سنگ سار کر دوں گا۔ اور تجھے ایک مدت تک دُور ہو جا۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ مشرک بننے کے لحاظ سے مردہ ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام امام المومنین ہونے کے لحاظ سے زندہ ہیں تو گویا ایک مردہ سے زندہ پیدا ہوا۔ فاعلموا اولی الامر

آجکل بھی یہ ہو رہا ہے

آپ دیکھتے ہیں کہ بعض آدمی کافروں کے گھر پیدا ہو کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ تو گویا مردہ سے زندہ پیدا ہوا۔ اور ایسی مثالیں بھی آپ دیکھیں گے۔ کہ بعض بوسیب مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد کافر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کمیونسٹ ہو گئے۔ جو کہ خدا تعالیٰ کو بھی نہیں مانتے۔ اللہم اعدنا منہ

اس کا سبب

مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد دائرہ اسلام سے نکل جانے کا اصلی سبب یہ ہے۔ بقول مجتبیٰ ج بے مہرہ نہ مہرہ رنگ گیر۔ آجکل انگریزی تعلیم پر مسلمان خدا میں۔ نیچے کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ط بھی نہیں سکھاتے۔ اور سکولوں اور کالجوں میں تعلیم دلانا حسب توفیق اپنا فرض عین خیال کرتے ہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں انگریز کے زمانہ میں دین کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ برائے نام ہی سے لے کر ایم اے تک کہیں کچھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی نہیں سکھایا جاتا تھا۔ اس لئے اب پاکستان بننے کے بعد سکولوں اور کالجوں کے ٹیچر اور پرنسپل بھی یہی ہیں۔ جن کے رنگ و ریشہ میں وہی انگریزی تعلیم۔ انگریزی تمدن۔ انگریزی تہذیب کی ولادگی رچی ہوئی ہے۔ اس لئے نہ ان لوگوں کے دلوں میں دین کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اعداد ان کے دلوں میں دین کی کوئی عزت ہے۔ لا الہ الا اللہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے یقیناً مستحق ہیں۔ اور وہ میں کہہ کر تاہوں کہ گورنمنٹ کے ہر شعبے میں پائے جاتے ہیں۔ جن کے دل میں اسلام کا احترام ہے۔ اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے دلوں میں اسلام کا نور پیدا ہو۔ اور وہ دیندار ہو جائیں۔ مگر طوطی کی نثار خانہ میں کون سنسکے کی سہی صورت پیدا شدہ ہے (باقی صفحہ ۱۱)

مد و جزر

(از جناب آلم مظفر نگری)

مطلوبوں کی آہوں میں اثر دیکھ رہا ہوں بنیادِ جہاں زیر و زبر دیکھ رہا ہوں
 بچے میں عذابوں کے میں دامانِ جہاں کو صد پارہ بعنوانِ دگر دیکھ رہا ہوں
 پہلے ہی قیامت سے سب آثارِ قیامت پھیلے ہوئے تاحدِ نظر دیکھ رہا ہوں
 ہر جنبشِ نظر اسے پیغامِ تباہی اک حشرِ پیا شامِ سحر دیکھ رہا ہوں
 چنگاریاں تاروں سے برستی ہیں زمین پر ٹکراتے ہوئے شمس و قمر دیکھ رہا ہوں
 گھیرے ہوئے عالم کو ہے طوفانِ حوادث سیلاب یہ ہر راہِ گزر دیکھ رہا ہوں
 ہر گوشہٴ آفاق میں سرد گرم تباہی بڑھتا ہوا طوفانِ خطر دیکھ رہا ہوں
 ہے خاک میں آلودہ کہیں مسند گل پوش پامال کہیں افسرِ زر دیکھ رہا ہوں
 اس گردشِ عالم کی کوئی حد بھی ہے آخر شاہوں کو بھی تو خاکِ بسر دیکھ رہا ہوں
 ہر منزلِ آفاق میں تقدیر کے ہاتھوں تدبیر کے کرتے ہوئے گھر دیکھ رہا ہوں
 پائیں گے کہیں بھی نہ اماں اہل ستم اب پُر غیظ میں فطرت کی نظر دیکھ رہا ہوں

مجھ سے تو اک آہ یہ ہنگامہٴ محشر

دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہا ہوں

علیہ
رحمۃ اللہ
صاحب

حضرت جان فاطمہ صدیق

شیخ الشیخ

(۲)

مرتبہ چودھری عبدالرحمن خاں صاحب

اس سے بڑا صاحب استقامت کوئی ہو سکتا ہے کہ جس کا کبھی کوئی مستحب بھی قصداً نہ ہو، نہ انبیاء کی نیت کا مدار معجزات پر ہے۔ اور نہ اولیاء کرام کی ولایت بالان کی کرامتوں پر۔ بلکہ احکام الہی کے اتباع پر ان کو طریق علیہ نصیب ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ نواب صاحب بہاول پور کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کسی اللہ واسے سے اللہ اور اس کے رسول کا واسطہ ہو جائیں۔ نواب صاحب نے جب اس کا ذکر کسی وزیر سے کیا تو چند ہی روز بعد یہ بات عام ہو گئی اس وقت جتنے بڑے بڑے اولیاء اللہ یا گدی فاضل تھے۔ سب کی طرف سے کسی نہ کسی نے درخواست بھیج دی۔ کہ اگر نواب صاحب ہمارے حضرت کے بیعت ہو جائیں تو بہت فائدہ ہوگا۔ لیکن حضرت کی طرف سے کوئی درخواست نہ آئی۔ نواب صاحب کو جب اس کا علم ہوا کہ بھر چوڑی شریف میں بھی ایک بزرگ رہتے ہیں۔ تو اپنے ایک وزیر کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ وزیر صاحب نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ اگر حضرت بہاول پور تشریف لے چلیں تو نواب صاحب آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ فقیر بہاول پور جانے کے لئے تیار ہے۔ مگر ایک شرط ہے کہ ایک ایسی ساتھ جائے گی۔ نواب صاحب کی دعوت نہ کھائیں گے جو رزق اللہ تعالیٰ بھجوائے گا وہی فقیر اور محتاج کھائے گی۔ اس کے بعد فقیر جو کچھ کہے گا۔ وہ نواب صاحب کے کانوں سے گزر کر دل پر اثر کرے گا۔ اس وقت نواب صاحب کی آنکھیں کھلیں گی۔ وہ آپ لوگوں سے ریاست کا حساب کتاب لے گا۔ اس وقت آپ ان کو وزیر دے کر مار ڈالیں گے۔ یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہو تو بندہ حاضر ہے۔ وزیر صاحب نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ ہمیں ایسا پیر نہیں چاہیے۔ بعد میں نواب صاحب حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جا پڑ تشریف سے بیعت ہوئے۔ ایک شخص نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ وفات یافتہ اولیاء کرام سے ارادہ طلب کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ آپ نے فرمایا ناجائز ہے۔ پھر اس نے وسیلہ طلب کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے جلالی حالت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے سوا کوئی نہیں جس سے وسیلہ طلب کیا جائے۔ غیر اللہ سے وسیلہ طلب کرنا ناجائز ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر شادی نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ جو عورت بھی میرے گھر میں آئیگی وہ اللہ کا مال دبا کر بیٹھ جائے گی۔ حالانکہ وہ مال اللہ کے ہنوں کا ہے۔ اور انہیں یہ صرف ہونا چاہئے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بھتیجے میاں عبداللہ صاحب مرحوم آپ کے جانشین ہوئے۔ اور اب تک انہیں کی اولاد کوئی نشیمن مل چکی ہے۔

میں نے جانے کے بعد آپ نے اس کو ملا دیا۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کسی نے ننگر کے دیگچہ میں پوست بھگو دیا۔ حضرت کو جب اس کا علم ہوا۔ تو آپ نے وہ دیگچہ ہی توڑوا دیا۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جب حضرت ابا پور تشریف لے گئے تو وہاں ایک شخص نے آپ کے قدموں پر سر رکھا۔ آپ نے اس کو منع فرمایا کہ یہ جائز نہیں۔ پھر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لوگوں کو سنایا۔ جس میں حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اگر اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

کہتے ہیں کہ حضرت ایک دفعہ موضع سہل تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص رات کے وقت پیر موسیٰ نواب کو پکار رہا تھا۔ حضرت نے اس کو اس سے روکا اور فرمایا کہ بھائی! اس ذات پاک کو پکارو جو سب کا خالق مالک اور رازق ہے۔ اس صاحب قبر کے اختیار میں کچھ نہیں کہ تجھے کچھ دے سکے۔

حضرت کے نزدیک کامل کی تعریف :-

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت کی موجودگی میں کشف قبور کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ اس وقت ایک عورت سامنے سے گذری۔ اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اس عورت کو بھی کشف قبور ہوتا ہے۔ کیا اس کو بھی آپ صاحب کمال سمجھیں گے سہرگڑ نہیں بلکہ صاحب کمال وہ ہے جس کا مستحب بھی قصداً نہ ہو۔

اسی بناء پر اللہ واسے فرمایا کرتے ہیں کہ اُطْلِبُوا الْأِسْتِقَامَةَ وَلَا تُطْغِبُوا اِنْكِرَامَهَا فَإِنَّ الْأِسْتِقَامَةَ ذَوْقُ الْكَمَالِ وَالْاِسْتِقَامَةُ مَاتُوكُو۔ کرامت نہ مانگو۔ کیونکہ استقامت کرامت سے بالاتر ہے۔

پابندی تشریعت حضرت کا ایک خادم تھا جس کے فتنہ تھے۔ ایک دفعہ حضرت نماز کے لئے تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ وہ خادم سبز چادر ہاتھ میں لے کر اوٹھ کو کھلا رہا تھا۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو پھر اس کو اسی حالت میں دیکھا۔ دریافت فرمائے پر معلوم ہوا کہ اس نے نماز باجماعت ادا نہیں کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اور اس کے باپ (یعنی اوٹھ) کو ننگر کی حدود سے باہر نکال دو۔ سال تک وہ خادم ننگر سے باہر رہا۔ کسی کے دل میں خیال نہ آتا تو اس کا کھانا دہاں دے آتا۔ سال کے بعد بعض خاص خدام نے اس کی سفارش کی کہ حضرت اب کافی سزا مل چکی ہے۔ اب اس کو معاف فرما دیجئے۔ فرمایا۔ بہت اچھا مغرب کے بعد جب میں لیٹا ہوں تو اس وقت وہ سر ہانے کی جانب سے آئے۔ میں اپنا ہاتھ بڑھا دوں گا۔ چنانچہ اس نے اسی طرح حاضر خدمت ہو کر السلام علیکم عرض کی۔ آپ نے ہاتھ بڑھا دیا۔ وہ شخص مصافحہ کر کے چلا گیا۔ یہ تھی حضرت کی غیرت یعنی افہ تشریعت کے احکام کا احترام سال تک بھی ایک نماز باجماعت الا نہ کرنے پر غصہ باقی رہا۔ سال کے بعد بھی اس کی شکل نہیں دیکھنا گوارا فرمادیتے کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت تک حضرت کا غصہ باقی تھا۔ اس وقت وہ خادم پاؤں کی طرف سے آکر سامنے کھڑا ہو گیا تو فرمایا کہ اس کو میری نظروں کے سامنے سے ہٹا دو۔ میری غیرت ایمانی اب بھی یہ گوارا نہیں کرتی کہ یہ میرے سامنے آئے۔

دخیال فرمائیے کہ طالب صادق کی تربیت کے لئے کیا یہ ایک ہی واقعہ کافی نہیں۔ اس کے بعد تو وہ نماز باجماعت کو ہر کام پر ترجیح دے گا۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت کو معلوم ہوا کہ جبکہ آباد کے مسلمان خبڈ کے درخت کی پوجا کرتے ہیں۔ چڑھانے پڑھانے اور منہیں مانتے ہیں۔ تو حضرت جماعت سمیت وہاں تشریف لے گئے۔ اور اپنے سامنے اس درخت کو کٹوا دیا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت سے اوٹھ کا پلان مانگا تو آپ نے اس کو دے دیا۔ بعد میں جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ اس کو اوٹھ پر رکھ کر میلہ اور تماشا دیکھنے کے لئے گیا تھا تو اس کے واپس

حیات طیبہ

(مرتبہ جناب سید مشتاق حسین صاحب بخاری)

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عالمی شہرت والا عالم دین و مصلح سہارنپور (دیوبند) کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو بعد نماز عشاء حضرت قاری صاحب نے یہ جگہ پرانی انداز کی لاہور میں جو تفریق فرمائی وہ ہم آج کی اشاعت میں ہدیہ قاریوں کے لئے ہے۔ یہ شش ماہی کی گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مقرر کے الفاظ استعمال کئے جائیں اپنی کوشش کے باوجود بھی ممکن ہے کہ ہم اس میں ناکام رہے ہوں۔ اس کے لئے ہم مقرر اور قاریوں سے معذرت خواہ ہیں (ادارہ)

اب تک اس پر طبیعت حاکم ہی اب عقل کی حکومت ہوتی ہے۔ اس میں دو چیزیں آجاتی ہیں ایک عمومیہ کہ سب کو یکساں ملے اور دوسرے "ظرافت" کہ چھلے ذرا خوبصورتی کے ساتھ ملے۔ یعنی کھانے کا برتن خوبصورت ہو۔ سہارے کا مکان عمدہ ہو وغیرہ۔ دوسرے لفظوں میں عقل زندگی کو بدلتی نہیں، لیکن اس میں نفاس پیدا کر دیتی ہے۔ اسی انسانی جذبہ کے تقاضے پورا کرنے کے لئے عقل نے فنکاری اور جرات کو ترویج دی یہاں نہ سہی یورپ میں ایسی کہنیاں بنی ہوئی ہیں جو صرف نمونے سازی اور فن کاری کا کام کرتی ہیں۔ لاکھوں روپیہ یورپی ممالک خرچ کرتے ہیں کہ کھانے پینے، رہنے سمیت ہر عمل کی ایجاد کریں۔ اور ان کا بیوی بیٹا ان اور نمونہ ہو۔ دنیا کی ظاہری ٹیپ ٹاپ قوموں کا مستقل نظریہ بن گئی ہے۔

کوئی میں چھپیں برس کی بات ہے کہ میری کے ایک کروڑ پتی نے دائرے کو چلنے کی دعوت دی اور اس پر ستر ہزار روپیہ بٹھ گیا۔ چران تھے کہ اس نے ایک ہی تو چلنے کی بیانی پی اور زیادہ سے زیادہ اس کے ساتھ سو آدمی ہوں گے۔ آخر اس قدر خرچ کی وجہ؟ بات یہ تھی کہ اس نے یورپ کی کمپنی کو انتظام کا آرڈر دیا اس کے کاغذ سے یہاں آئے اور دعوت کو ترتیب دیا۔ ایک ایسے بنا کے گئے کہ ایک تو جامع مسجد کا پورا نقشہ بنا ہوا تھا۔ اور دوسرا لال قلعہ کا۔ موبہو، اور ویسے کا ویسا۔ ترقی کے تاریخی عمارات کو کیپ کی صورت میں رکھ دیا گیا اور جو دسترخوان تھا۔ وہ بنظر دسترخوان تھا۔ لیکن دراصل کمپنی کیپ تھا۔ چران میں نہ تھے قہقہے لگا کر روشنی کی گئی تھی۔ جب کھانے پر بیٹھ گئے تو دائرے کے صاحب دیکھنے لگے۔ کہ کھانا آیا نہیں۔ انہوں نے پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف دیکھا اور اس نے میٹھے صاحب کی طرف۔ وہ کہنے لگا۔ حضور شروع کیجئے۔ جب پتہ چلا کہ یہ ناؤ لاش ہیں تو دائرے اور ان کے ہمراہی ان کی آن میں مہر و ستان کی سب تاریخی عمارتیں چٹ کر گئے۔ اور جب منگینی کی حاجت ہوئی تو دسترخوان بھی صاف ہو گیا۔ ٹیپ ٹاپ اور نمائش پر اتنا روپیہ خرچ ہوا کہ اس کا کرشمہ ہے۔ عقل کا یہی

بزدگان محترم! یہ زندگی جو ہم گزار رہے ہیں۔ بہت قیمتی اور قابل قدر چیز ہے۔ اگر سارے عالم مکمل بھی ایک ساعت زندگی کی قیمت ادا کر فی جاہل تو نہ کر سکیں گے۔ حق تعالیٰ نے یہ قیمتی شے ہمیں پانچ عطا فرمائی۔ اور اس شان سے عطا فرمائی کہ نہ ہم تقے نہ ہمارا مطالعہ تھا کہ ایسی زندگی ہمیں عطا کی جائے اللہ تعالیٰ نے بلا کے اور بلا مانگے دی۔ اور پھر ایسی مضبوط چیز کہ چاہیں ہم اسی زندگی پر حجت تعمیر کر لیں اور چاہیں تو اسی زندگی پر جہنم کی بنیاد رکھ لیں۔

جہاں تک غور کیا گیا اس زندگی کے پانچ مراتب معلوم ہوئے۔ پہلا درجہ طفولیت کا ہے۔ ن زمانے میں بچے کے چند تقاضے ہوتے ہیں کھانا پینا۔ سرزدی اور گرمی سے بچنا وغیرہ۔ کبھی وہ روتا ہے کہ مجھ کو بھرا جائے میں کھو کھلا ہوں۔ کبھی وہ رو کر مری کی شکایت کرتا ہے۔ اہل کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ سے رکھی ہے۔ کہ وہ رونے سے بچے کے سب اشتا سے سمجھ جاتی ہے۔ کبھی رونے پر فوراً ک ہٹا کر دیتی ہے اور کبھی مری گئی سے بچاتی ہے۔ حالانکہ آواز ایک ہی ہوتی ہے۔ اس عمر سے بچہ نکلتا ہے تو دونا بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن مردویات دبی رہتی ہیں یعنی کھانا پینا وغیرہ۔ لیکن قدرے خود غرضی آ جاتی ہے۔ ٹکڑا چھین لیا کھلونا چھین لیا تو رو پڑے گا۔ بس اپنی ہی فکر ہوتی ہے۔ اپنی بنی نوع کی ضرورت کا احساس نہیں ہوتا۔ چاہتا ہے کہ بس مجھے ہی ملے۔ دوسرے سچے کو خواہ ملے یا نہ ملے۔ اس کو ہم حیوانی زندگی کہتے ہیں۔ گائے۔ بلی وغیرہ کا بھی یہی حال ہے۔ اس وقت بچے کی زندگی طبیعت کے تحت ہوتی ہے۔ اور طبیعت بے شعور ہوتی ہے۔ اگر حاکم جاہل ہے۔ تو وہ لگایا کی کیا خبر گیری کرے گا۔

چودہ ہند سال کی عمر میں شعور پیدا ہوتا عقلی ذرا نکھر کر سامنے آتی ہے۔ حرکات دہی ہوتی ہیں۔ لیکن ذرا دلیل کے ساتھ۔ ادراک کے تقاضے شروع ہوتے ہیں۔ اب دیکھنا شروع کرتا ہے کہ کیا میرے ساتھ میرے بھائی کو بھی مل رہا ہے؟

عقل کی زندگی انسانی زندگی کہلاتی ہے لیکن تاہم انسان اپنی ہی حکمت کے تحت ہوتا ہے۔ اگر سلیف سے نہیں چاہئے تو طبیعت حاکم اور اگر سلیف سے چاہئے تو عقل حاکم۔ دونوں حاکم اس کے اندر کے ہوتے ہیں اور اس پر اندر کی حکومت ہوتی ہے۔ یہاں تک انسانی زندگی کے دو درجے ہوئے۔

جب آگے بڑھے تو انبیاء کی آوازیں آئے لیں کہ اپنی زندگی تیسرے حاکم کے تحت گزارو۔ پورا علم سے پیدا ہوئی۔ لیکن علم باہر کی چیز ہے اور عقل اندر کی۔ عقل کسی چیز کو علم کے بغیر نہیں پاسکتی۔ عقل کو علم جلا دیتا ہے۔ عام طور پر دنیا کی کم عقل اور شہری عقلمند سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اگر دیکھا جائے کہ بھی علم دے دیا جائے تو وہ بڑے بڑے عالم بن سکتے ہیں۔ اسلام کے قرون اولے میں امام غزالی اور خواجہ حسن بصری جیسے بزرگ دہرائی تھے۔ اس لئے عقل کی حدود سے آگے علم ہے دین اندر کی چیز نہیں بلکہ باہر سے لاکر ڈالا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ اَیۡمٰنَکُمْ لَاۤ اَکْفٰوۡنَ مَنۡیۡدٰہٗا سُوۡرۃ النحل رکوع ۱۱

پارہ ۱۲ علم کس نے دیا؟ حیوانات نے۔ انہیں وہ تو انسان سے بھی گئے گذرے کیونکہ ان میں تو سر کے سے عقل بھی نہیں! پھر علم کہاں سے آیا؟ آپ نہیں گئے استاد سے استاد کے پاس کہاں سے آیا۔ اس کے استاد سے اس طرح یہ سلسلہ حضرت آدم تک پہلے گا۔ ان کے پاس کہاں سے آیا؟ اس کا جواب قرآن پاک میں موجود ہے وَ عَلَّمَہٗ اَیۡمٰنَہٗا لَاسْمَآءَ کُلِّ شَیۡءٍ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات سے۔ کیونکہ علم اسی سے حاصل ہو سکتا ہے جو انسان سے بالاتر ہو۔

اللہ تعالیٰ کے علم کا نام شریعت ہے۔ پہلے انسان عقل کے اشاروں پر کام کرتا تھا۔ اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اشاروں پر کام کرتا ہے۔ اس کا نام ایمانی زندگی ہے۔ ایمان زندگی کو جوتا نہیں بلکہ رخ پھیر دیتا ہے۔ کافر نفس کے لئے کام کرتا ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جب نسبت بدل جاتی ہے۔ تو اشارہ بھی بدل جاتے ہیں۔ میں بتایا جائے کہ تم کھانے پینے میں آزاد نہیں ہو۔ بلکہ انک کی رضا کے ماتحت ہو۔ اللہ کے رنگ میں رنگا جانا ہی اسلامی زندگی ہے۔ پہلے کام اپنے نامزد ہوتے ہیں۔ پھر خدا کے نامزد ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ زندگی کا تیسرا درجہ ہے۔

اس کے بعد زندگی کا چوتھا درجہ آتا ہے۔ اب تک حلال اور حرام کی محض تفریق تھی۔ اب ان کو حقیقی طور پر مشاہدہ بھی کر لیتے ہیں۔ اب تک کلام کو سنتے تھے اب دیکھنا بھی شروع کر دیتے ہیں اور دیکھ کر حکم دینے والے کی منشا معلوم کر لیتے ہیں جیسے ہمارا کام صرف قانون کو دیکھ کر یا پڑھ کر عمل کرنا ہوتا ہے لیکن ایک

وزیر اعظم کی بھی حیثیت ہوتی ہے۔ جو قانون ساز کو انکھوں سے دیکھ کر اس کی منشا پالیتا ہے وہ گورنر جنرل ہو یا صدر جمہوریہ وغیرہ اسی طرح قانون خداوند کا بھی یہی قاعدہ ہے۔ اور اس درجہ پر انبیاء علیہ السلام عموماً اور دوسرے کچھ لوگ بھی نازل ہوتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو واقعات اس پر دلیل ہیں۔

ایک دفعہ حضور کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ جو بالکل اجنبی تھا۔ لیکن کپڑے صاف اور گرد و غبار کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہ نبی اکرم کے پاس دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور کچھ سوالات کئے اے محمد مجھے اسلام کی خبر دیجئے۔ آپ نے ارکان خمسہ کے متعلق فرمایا۔ کہ یہ اسلام ہے۔ صحابہ کا بیان ہے کہ اس نے اس کی تصدیق بھی کی۔ اور اس پر وہ حیران ہوئے کہ سوال بھی کرتا اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر ایمان کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا:-

اَنْ تُوْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِكَتِهِ وَ كُتُبِهِ وَ رُسُلِهِ وَ اَتُوْمِرَ الْاٰخِرَ وَ تُوْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرٌ وَّ شَرٌّ (ترجمہ) کہ تو ایمان لائے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور قیامت پر اور تو ایمان لائے اچھے

پھر احسان کے متعلق پوچھا۔ فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کہ کہو یا اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو یہ تو سوچ کہ خدا تو مجھے دیکھ رہا ہے گویا اب منشا کا درجہ ہے یعنی قانون ساز کو دیکھنا۔ حضور کے زمانے میں سورج کمن لگا۔ حضرت نے نماز کسرت ادا کی۔ آپ اس نماز میں کبھی آگے بڑھتے اور کبھی پیچھے ہٹتے۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے جنت اور دوزخ لائے گئے۔ دوزخ کو دیکھ

کہ پیچھے ہٹا اور جنت میں میرے سامنے انگوروں کے خوشے ہتھے۔ چاہا کہ خوشہ توڑ لوں۔ اگر میں توڑ لیتا تو وہ انگور قیامت تک کھائے کھاتے نہ ختم ہوتے کیونکہ جنت کی چیزوں میں فنا نہیں ہے۔ تو گویا یہ درجہ ہے۔ مشاہدے کا۔ قانون کے خلاف نہیں بلکہ قانون کے تقاضے سے بڑھ کر عمل کرنا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی کا باغ ہے۔ اس کو حکم ہے کہ کچھ حصہ خیرات کرے۔ وہ تمام باغ کا باغ ہی مدد کر دیتا ہے۔ یہ حکم کی خلاف ورزی نہیں بلکہ کمال ہے۔ اس طرح جب آدمی آگے بڑھتا ہے۔ تو عمل بھی نہیں سے کہیں بڑھ جاتا ہے۔

حضرت عثمان جلیل القدر صحابی تھے۔ ۲۲ برس تک سخت جسمانی اذیت میں رہے۔ اس شدت تکلیف کہ خدا کی پناہ! لیکن چہرہ ہر وقت ہنساں رہتا تھا۔ لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی۔ فرمایا۔ میں نے صبر کیا۔ اور جو میں گھنٹے تک ہلاکہ مجھ سے مصائب نہ کرتے رہے۔

مولانا منصور علی خاں ایک عالم تھے۔ انہوں نے مجھ سے واقعہ بیان کیا کہ طالب علی کے زمانہ میں

ایک ہم کتب طالب علم جو قبول صورت تھے ان کی طرف محبت کے جذبات اٹھے۔ لیکن پاک دامن آدمی تھے خاموش رہے۔ مگر محبت بڑھتی ہی گئی۔ طالب علم کے والدین کو پتہ چلا۔ لیکن کہا کچھ نہیں۔ کیونکہ مولانا کی پاکدامنی سامنے تھی۔ آخر ایک دن نماز میں مسجد کے کمرے ہوئے سبحان ربی الاعلیٰ کی بجائے اس لڑکے کا نام زبان سے نکلا۔ بہت پریشان ہوئے۔ اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے پاس پہنچے۔ اور واقعہ عرض کیا اور کہا کہ اب تو مذہب بھی ہاتھ سے جانے لگا۔ مولانا ہنس پڑے اور فرمایا کہ آپ تو امضاء اللہ پٹھان ہیں۔ ابھی سے گھبرا گئے۔ عرض کیا حضرت مذاق کا وقت نہیں۔ خدا را میری دستگیری فرمائیے۔ فرمایا اچھا کل صبح فخر کی نماز کے بعد میرے حجرے میں میرے پیچھے پیچھے چلے آنا۔ چنانچہ دوسرے دن انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب حجرے میں مولانا کو دیکھا تو ان کی آنکھوں میں بے حد جلال تھا۔ اور وہ سرخ ہو رہی تھیں۔ انہوں نے میرا دانا ہاتھ لینے بائیں ہاتھ پر چپ رکھا اور دائیں ہاتھ سے رگڑنا شروع کیا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب مولانا نے رگڑنا شروع کیا۔ تجربات کا انکشاف ہونا شروع ہو گیا۔ حتیٰ کہ فرشتوں کی آمد مجھے نظر آنے لگی۔

پھر مولانا نے زور سے رگڑ کر چھوڑ دیا اور کہا جاؤ۔ میں حجرے سے باہر آ کر سوچتا ہوں کہ میں کس درجہ سے مولانا کے پاس گیا تھا۔ اب یا بھی نہیں آ رہا تھا۔ جب درالعلوم کے دروازے کے پاس وہ طالب علم نظر آیا تب بات یاد آئی۔ لیکن طبیعت اس کے اثر سے اب آندھ تھی۔

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن چیزوں پر ایمان لانے کے لئے فرماتے ہیں ان چیزوں کا مشاہدہ بھی ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ قلب کی صفائی کرے۔ مجاہدے اور محنت کرے۔ روح المعانی کے مصنف کے شیوخ کے متعلق یہ ہے کہ جو چیز وہ کہتے تھے روحانی طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کر کے کہتے تھے۔ حضرت مولانا سید قاسم نانوتوی فرمایا کرتے تھے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت میرے دل پر توجہ فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت اسماعیل ہنہید سید صاحب کے پاس بیعت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور ان سے عرض کی کہ مجھے صحابہ کی نماز پڑھا دیجئے۔ عشاء کی نماز کے بعد نیت باندھ لی۔ سید صاحب نے توجہ کی تو ایک رکعت اتنی لمبی ہوئی کہ صبح کی اذان ہو گئی۔ جب اللہ کا جمال نظر آ جائے تو پھر کسی دوسرے کا جمال رہ سکتا ہے۔ جب آپ آفتاب پر نظر کریں گے تو پھر اور چیزیں نظر نہیں آئیں گی۔ جس طرف نظر اٹھائیں گے بس آفتاب کی ٹہکیا ہی سامنے ہوگی۔

اسی زندگی کا نام احسانی زندگی ہے اور یہ اہل اللہ کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ زندگی تھی جو بھوت ہو گئی۔ جب ذات ہی سامنے آ جائے۔ حاجی امداد اللہ

ہا جی کی فرمایا کرتے تھے کہ نبی مجھ سے سوال ہوگا تو کہوں گا کہ مجھے خود قصور نہیں چاہیے۔ صرف عرض کئے پیچھے مصطفیٰ کی جسک مل جائے اور میں جہل کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ صنفی طور پر عرض ہے کہ اس کا مرکز یہ مطلب نہیں کہ جنت بے کار بنے ہے۔ نہیں بلکہ اس کی ترنا تو رسول اکرم بھی فرماتے تھے۔ البتہ اصل چیز اللہ کی ذات کا مشاہدہ ہے۔ اور اس چیز کو حاصل کرنے کے لئے محام کا تو کیا ذکر بہت سی حلال چیزیں بھی تقویٰ کے تحت چھوڑ دی جاتی ہیں۔

جب کسی کا مشاہدہ ہو جاتا ہے تو جی ملنے کو چاہتا ہے۔ دیکھنے کے بعد آتش عشق اور بھڑک اٹھتی ہے اور قرب کی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اور جب آدمی حق تعالیٰ کے بہت قریب ہوتا ہے تو وہ کمالات کا منظر بن جاتا ہے۔ درپٹ شریف ہیں کیا ہے آدمی نوافل پڑھتے پڑھتے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں ہی اس کی آنکھ اور کان بننا ہوں اور مجھ سے ہی وہ دیکھتا اور سنتا ہے۔ کمال اس کا ہوتا ہے منظر ہوتا ہے۔ اسی کے متعلق ارشاد ہے۔

وَمَا دُمِيتُ اِذْ دُمِيتُ وَ لَكِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ یَّعْنٰی یعنی بدر کے مہربان میں تم نہیں ہم لکھ رہے ہیں۔

پیغمبر خدا اس کے نابین کمالات خداوندی کا منظر بن جاتے ہیں۔ اور اللہ جل شانہ کے بہت قریب ہو جاتے ہیں۔ یہ حقیقی قرب نہیں بلکہ معنوی قرب ہے۔ جیسے کہا جائے کہ بیٹا پوتے سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ یہ فرق گزول میں نہیں پایا جاتا ہے صرف معنوی ہوتا ہے۔ یا جیسے کہا جائے کہ غلام مرید پیر سے زیادہ قریب ہے۔ اس قرب میں مادیت کو دخل نہیں ہوتا یہ صرف روحانی قرب ہوتا ہے۔ اس کے متعلق بھی قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ کہ لے پیغمبر جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ ہمارے ہی ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔

حیوانی زندگی سے چلے تھے۔ عقل، ایمان احسان اور آخر میں واحدانی زندگی آجاتی ہے۔ کھانا۔ پینا محض تعمیل ارشاد ہوتا ہے۔ حضرت نانوتوی فرماتے تھے کہ اب کھانا پینا بھی محض تعمیل حکم ہے اور اتباع سنت ہے۔ دو زندگیاں یعنی حیوانی اور انسانی زندگی اصل میں دوسری زندگی تک پہنچانے کے لئے ہیں مخصوص زندگی ایمانی اور احسانی زندگی ہے۔ مخصوص زندگی وہی ہو سکتی ہے جس کے آثار پاکیزہ ہوں۔

انبیاء کا مقصود اتباع ہے۔ اور یہ سب خیر انبیاء کے اتباع کا ہے۔ افضل ترین زندگی شریعت کے اتباع کی زندگی ہے۔ یاد رہے مشاہدہ کے بعد اتباع کو چھوڑنا نہیں ہوتا۔ حضرت جنید بغدادی سے کسی نے سوال کیا کہ آپ شیخ کیوں فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اسی کے طفیل تو یہاں تک پہنچا ہوں اب

ہا جی کی فرمایا کرتے تھے کہ نبی مجھ سے سوال ہوگا تو کہوں گا کہ مجھے خود قصور نہیں چاہیے۔ صرف عرض کئے پیچھے مصطفیٰ کی جسک مل جائے اور میں جہل کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ صنفی طور پر عرض ہے کہ اس کا مرکز یہ مطلب نہیں کہ جنت بے کار بنے ہے۔ نہیں بلکہ اس کی ترنا تو رسول اکرم بھی فرماتے تھے۔ البتہ اصل چیز اللہ کی ذات کا مشاہدہ ہے۔ اور اس چیز کو حاصل کرنے کے لئے محام کا تو کیا ذکر بہت سی حلال چیزیں بھی تقویٰ کے تحت چھوڑ دی جاتی ہیں۔

جب کسی کا مشاہدہ ہو جاتا ہے تو جی ملنے کو چاہتا ہے۔ دیکھنے کے بعد آتش عشق اور بھڑک اٹھتی ہے اور قرب کی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اور جب آدمی حق تعالیٰ کے بہت قریب ہوتا ہے تو وہ کمالات کا منظر بن جاتا ہے۔ درپٹ شریف ہیں کیا ہے آدمی نوافل پڑھتے پڑھتے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں ہی اس کی آنکھ اور کان بننا ہوں اور مجھ سے ہی وہ دیکھتا اور سنتا ہے۔ کمال اس کا ہوتا ہے منظر ہوتا ہے۔ اسی کے متعلق ارشاد ہے۔

وَمَا دُمِيتُ اِذْ دُمِيتُ وَ لَكِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ یَّعْنٰی یعنی بدر کے مہربان میں تم نہیں ہم لکھ رہے ہیں۔

پیغمبر خدا اس کے نابین کمالات خداوندی کا منظر بن جاتے ہیں۔ اور اللہ جل شانہ کے بہت قریب ہو جاتے ہیں۔ یہ حقیقی قرب نہیں بلکہ معنوی قرب ہے۔ جیسے کہا جائے کہ بیٹا پوتے سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ یہ فرق گزول میں نہیں پایا جاتا ہے صرف معنوی ہوتا ہے۔ یا جیسے کہا جائے کہ غلام مرید پیر سے زیادہ قریب ہے۔ اس قرب میں مادیت کو دخل نہیں ہوتا یہ صرف روحانی قرب ہوتا ہے۔ اس کے متعلق بھی قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ کہ لے پیغمبر جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ ہمارے ہی ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔

حیوانی زندگی سے چلے تھے۔ عقل، ایمان احسان اور آخر میں واحدانی زندگی آجاتی ہے۔ کھانا۔ پینا محض تعمیل ارشاد ہوتا ہے۔ حضرت نانوتوی فرماتے تھے کہ اب کھانا پینا بھی محض تعمیل حکم ہے اور اتباع سنت ہے۔ دو زندگیاں یعنی حیوانی اور انسانی زندگی اصل میں دوسری زندگی تک پہنچانے کے لئے ہیں مخصوص زندگی ایمانی اور احسانی زندگی ہے۔ مخصوص زندگی وہی ہو سکتی ہے جس کے آثار پاکیزہ ہوں۔

انبیاء کا مقصود اتباع ہے۔ اور یہ سب خیر انبیاء کے اتباع کا ہے۔ افضل ترین زندگی شریعت کے اتباع کی زندگی ہے۔ یاد رہے مشاہدہ کے بعد اتباع کو چھوڑنا نہیں ہوتا۔ حضرت جنید بغدادی سے کسی نے سوال کیا کہ آپ شیخ کیوں فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اسی کے طفیل تو یہاں تک پہنچا ہوں اب

ہا جی کی فرمایا کرتے تھے کہ نبی مجھ سے سوال ہوگا تو کہوں گا کہ مجھے خود قصور نہیں چاہیے۔ صرف عرض کئے پیچھے مصطفیٰ کی جسک مل جائے اور میں جہل کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ صنفی طور پر عرض ہے کہ اس کا مرکز یہ مطلب نہیں کہ جنت بے کار بنے ہے۔ نہیں بلکہ اس کی ترنا تو رسول اکرم بھی فرماتے تھے۔ البتہ اصل چیز اللہ کی ذات کا مشاہدہ ہے۔ اور اس چیز کو حاصل کرنے کے لئے محام کا تو کیا ذکر بہت سی حلال چیزیں بھی تقویٰ کے تحت چھوڑ دی جاتی ہیں۔

جب کسی کا مشاہدہ ہو جاتا ہے تو جی ملنے کو چاہتا ہے۔ دیکھنے کے بعد آتش عشق اور بھڑک اٹھتی ہے اور قرب کی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اور جب آدمی حق تعالیٰ کے بہت قریب ہوتا ہے تو وہ کمالات کا منظر بن جاتا ہے۔ درپٹ شریف ہیں کیا ہے آدمی نوافل پڑھتے پڑھتے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں ہی اس کی آنکھ اور کان بننا ہوں اور مجھ سے ہی وہ دیکھتا اور سنتا ہے۔ کمال اس کا ہوتا ہے منظر ہوتا ہے۔ اسی کے متعلق ارشاد ہے۔

وَمَا دُمِيتُ اِذْ دُمِيتُ وَ لَكِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ یَّعْنٰی یعنی بدر کے مہربان میں تم نہیں ہم لکھ رہے ہیں۔

پیغمبر خدا اس کے نابین کمالات خداوندی کا منظر بن جاتے ہیں۔ اور اللہ جل شانہ کے بہت قریب ہو جاتے ہیں۔ یہ حقیقی قرب نہیں بلکہ معنوی قرب ہے۔ جیسے کہا جائے کہ بیٹا پوتے سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ یہ فرق گزول میں نہیں پایا جاتا ہے صرف معنوی ہوتا ہے۔ یا جیسے کہا جائے کہ غلام مرید پیر سے زیادہ قریب ہے۔ اس قرب میں مادیت کو دخل نہیں ہوتا یہ صرف روحانی قرب ہوتا ہے۔ اس کے متعلق بھی قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ کہ لے پیغمبر جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ ہمارے ہی ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔

جماعت نماز پڑھنے پر نہیں

(انجارجی مکالمہ الدین مدرسہ میں کارپوریشن شاہ عالمی لاہور)

خداوند تعالیٰ نے جس طرح احکام کی پابندی پر انعام کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی طرح تعزیرات کے لئے پرمنا راہی اور عتاب بھی بتا دیا ہے۔ یہ بھی رب العزت کا خاص فضل ہے کہ تعزیرات میں گراں قیمت انعامات کا وعدہ فرمایا۔ بندہ کا کام ہی تعزیرات اور نافرمانی کی صورت میں تو جہاں عذاب و عتاب ہو۔ وہ یہ عمل کہ آت کی نافرمانی سے بڑھ کر اور کیا جرم ہو سکتا ہے کسی خاص عتاب یا تنبیہ کے فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر پھر بھی اللہ جل شانہ اور اس کے پاک رسول نے ہم پر شفقت فرمائی کہ طرح طرح سے متنبہ فرمایا۔ اس کے نقصانات نبھائے۔ مختلف طور سے سمجھایا۔ پھر بھی ہم نہ سمجھیں۔ تو یہ اپنے پاؤں پر آپ ہی کھماڑی مارنے کے مصداق ہے۔

حضور کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور طاعتی مذکر کے نماز کو نہ جائے (دوسرے پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ صحابہ نے عرض کیا کہ مذکر سے کیا مراد ہے۔ فرمایا مرض یا خوف ہو۔ قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا رہے نہ ہوگا۔ گو فرض و مکرر سے اتر جائے گا۔ اور یہی مراد ہے اُن حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہے جس پر انعام و اکرام نہ ہو۔ یہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک ہے۔ ورنہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بنا پر بلا مذکر جماعت کو چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوئی ہی نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے۔ مگر جماعت کے چھوڑنے کا جرم تو بہر حال مزدور ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اُن کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے۔ نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو۔ تو اس کے کان پھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جائیں۔ یہ بہتر ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ سر اس ظلم کفر اور نفاق اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (مؤذن) کی

آواز سنے اور نماز کو نہ آئے۔ کتنی سخت وعید اور عتاب ہے۔ اس کی اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے۔ کہ گو یا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ آدمی کی بدبختی اور نصیبی کے لئے یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سنے اور مسجد میں نماز کو نہ آئے۔

حضرت عمرؓ نے سلیمان بن ابی حنظلہ کو باز کا ٹکڑا بنا رکھا تھا۔ ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں پہنچے نہ تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت شریفؓ لے گئے تو اُن کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں نہیں تھے۔ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا۔ نذر کے خلیے سے اُنکھ لگ گئی۔ آپ نے فرمایا کہ رات بھر نفلیں پڑھنے سے یہ بہتر ہے کہ صبح کی نماز جماعت سے پڑھے۔ تہجد سے بھی زیادہ ثواب ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر شب بیداری نماز فجر میں محض ہو تو اس کا ترک اولیٰ ہے۔

حضور کا ارشاد ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لاؤں۔ پھر میں اُن لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا مذکر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔

دوسری جگہ بھی مضمون ایوں ارشاد ہے کہ بیشک میرے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کسی کو حکم دوں کہ کڑیاں جمع کرے۔ پھر اذان کا حکم دوں اور کسی سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں اُن کے گھر کو جلا دوں جو بلا مذکر جماعت کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے۔

ایک روایت میں ایوں ارشاد ہے کہ اگر مجھے چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوتا اور خدا مولا کو حکم دیتا کہ اُن کے گھروں کے مال و اسباب کو جمع اُن کے جلا دیوں جو نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوتے۔ عشاء کی تخصیص اس حدیث میں اس امر صحت سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ سینے کا وقت ہوتا ہے اور تمام لوگ اس وقت گھروں میں ہوتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے کہ حضورؐ کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو امت کے حال پر تھی۔ اور کسی شخص کی اونٹنی کی تکلیف بھی گوارہ نہ تھی مگر ان لوگوں پر

جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس قدر غصہ ہے کہ اُن کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔ حضرت عجم بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضورؐ کے ساتھ تھا کہ اتنے میں اذان ہوئی اور حضورؐ نماز پڑھنے لگے۔ اور میں اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ اسے عجم بن زیدؓ نے جماعت سے نماز کیوں نہ پڑھی۔ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان تو ہوں مگر میں اپنے گھر میں نماز پڑھ چکا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جب مسجد میں آؤ اور دیکھو کہ جماعت ہو رہی ہے تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو۔ اگرچہ پڑھ چکے ہو۔ ذرا اس حدیث کو غور سے ملاحظہ فرمائیے کہ حضورؐ نے اپنے برگزیدہ صحابی عجم بن زیدؓ کو جماعت سے نماز نہ پڑھنے پر کسی سخت اور عتاب آمیز بات کہی کہ تم مسلمان نہیں ہو۔

حضور کا ارشاد ہے کہ جس کا دل یا جھنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہو تو اُن پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو۔ پھر یا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا پھیر یا شیطان ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں اگر تین آدمی بھی ہوں تو اُن کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہئے بلکہ دو کو بھی جرات سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ کسان عام طور سے اولیٰ تو نماز پڑھنے ہی نہیں کہ ان کے لئے کھیتی باڑی میں مشغولیت اپنے نزدیک کافی عذر ہے اور جو بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں۔ وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر چند کھیت والے بھی ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل ہو مگر چارپے کے لالچ میں گر جی۔ سردی۔ دھوپ اور بارش سب سے بے نیاز ہو کر دل بھر مشغول رہتے ہیں لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا باعث ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار سو نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرائے والا کسی پہاڑ کے دامن (یا جنگل) میں اذان کہتا ہے۔ اور نماز پڑھنے لگتا ہے۔ تو حق تعالیٰ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ دیکھو میرا بندہ اذان دے کر نماز پڑھنے لگا۔ یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے۔ میں نے اس کی مشفرت کر دی اور جنت کا مستحق بنا دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفیس برقعہ پہنے ہوئے۔ مگر جہاد و جہاد میں شریک نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا جیسی ہے۔ گو ایک خاص زمانہ تک سزا جھگڑنے کے بعد حرم سے نکلے گا۔ کیونکہ مسلمان ہے۔ مگر نامعلوم کتنے عرصے تک پڑا رہنا پڑیگا۔ جاہل مونیوں میں وظیفوں اور نفول کا بہت زور ہوتا ہے۔

بیکر عمل سید المرسل

(از ماسٹر لال دین صاحب اُچک، بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ شاہکوت)

فطرت کا نظام عمل سیم سے زندہ ہے۔ انسان کو کائنات میں جن خصوصیات اور مشاہدات تک رسائی ہے۔ اُن میں ہر چیز اپنی زندگی کے قیام کے لئے ایک دستور رکھتی ہے۔ اور یہی دستور عمل یا زندگی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً اجرام فلکی کا جذب باہم اور شب تاریک میں چٹان چٹیں۔ مہر و ماہ کی گردشیں نظامِ دھرم کی زندگی اور سنہری صورتیں۔ زمین پر سبزہ زاروں کی دلکش لہنگ۔ گلہائے رنگارنگ کے شگفتہ تبسمِ غزل۔ سحر خیز کی تسبیحِ خوانیاں۔ نباتاتی نظام کی صحرائوں اور کوہستانوں میں طلسم کاریاں۔ یعنی موصول کے تغیر و تبدل سے حیوان فطرت کے ذوقِ برقِ طبعیات۔ کوہِ جبل کے احمر و اسود چہرے۔ القصد موصیفہ ثنائیہ میں ہر ایک کی ہر شے کی اور ہر جنبش نمونہ ایک نہایت معنی خیز عمل کی آئینہ دار ہے۔ ذروں کے اجتماع سے رنگینوں کے وجود اور ستاروں کے ملاپ سے کہکشاں کی نمود و پکار دیکھ کر کہہ رہی ہے کہ دنیا کی ہر شے جی طور پر ایک مخصوص عمل میں مصروف اور مشغول ہے۔

اگر متذکرہ بالا باتوں کو صحیح مانا جائے اور ان کے صحیح ماننے میں کسی صاحبِ دانش کو کوئی ذرہ برابر بھی تردد نہیں ہو سکتا۔ تو انسان کی چونکہ عالمِ صغیر یا خلاصہ موجودات ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لا محالہ سرتا یا نفعِ عمل ماننا پڑے گا۔ اور علاوہ ازیں خلافتِ انبی کا متمتع تو ہر جہد کا متقاضی پہلے ہی سے ہے۔ لہذا بارگاہِ احمدیہ سے جو پیغام حضرت انسان کے نام صادر ہوا ہے۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ یہ خاک کا تیلہ اپنی خوراک کے لئے اپنے زورِ بازو سے زمین کے جبر کو بھاڑے۔ اپنی کٹیہا کو اندھیری رات میں روشن کرنے کے لئے چمچاں سے آگ حاصل کرے یا آفتاب کی شعاعوں سے اکتسابِ ضیا کرے۔ زور و جواہر کا طالب ہو، تو سمندروں میں غوطہ زنی اور پہاڑوں میں کوہکنی کرے۔ گویا کہ اس کی حیات کا سامان اس کی اپنی ہی کوششوں سے وابستہ ہے۔ اور

کلامِ الہی اس حقیقت پر دل ہے
لَئِنْ لَّا اِنْسَانُ اِلَّا مَاسَعَاطِ
انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے
اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے گروہ کو تمام مخلوقات سے ممتاز صفات دے کر پیدا کیا۔ اور پھر اُن سب کی سیادت کا تاج سرور کو نبی کے فرق

اقدس پر رکھا ہے۔ تمام انبیاء کرام کی زندگیوں جو قدرتِ الہی کا ایک بین مظهر ہیں۔ اس حقیقت کی جتنی جاگتی تصویریں ہیں کہ اولادِ آدم کی کامیابی کا راز اس کی اپنی اولادِ نوحی سے منطبق ہے۔ دستِ غیب کا عمل یا فضلِ خدائی شمولیت و اعانت تو ہر حال میں مل رہا ہے مگر انسان کی اُن تنگ کوششیں بھی رحمتِ یزدان کو آسانِ اطلس سے کھینچ کر لانے میں مدد مل رہی تھی۔ پیغمبرانِ حق تعالیٰ کے کارہائے نمایاں کو اگر محض سے الگ کر کے دیکھا جائے۔ تو اُن میں ہم کو مبرور استقلال۔ عزمِ بالجمہ۔ بلند کردار۔ انسانی حرکات و سہاکی۔ تہذیبی۔ خود اعتمادی اور خلقِ خدا کی ہمدردی کی ہر چیز نظر آتا ہے۔ اور اگر ہم ان صفاتِ عبادہ کو بجا آرم دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو یہ میں سید الانبیاء کی زندگی پر نہایت عمیق نظریں ڈالنی چاہئیں۔ تاکہ یقین ہو جائے کہ اُس سراپا اعجازِ مہستی کی مبارک زندگی میں عمل کو کدہ کا درجہ کتنا بلند تھا۔ اور ہمیں راہِ ترقی پر گامزن ہونے کے لئے کس قدر مہقول اور سرگرمیوں کی ضرورت ہے یہی آئینہ قدرت ہے۔ یہی اسلوبِ فطرت ہے جو ہر راہِ عمل میں گامزن محبوبِ فطرت ہے تاریخِ شاہد ہے کہ مہمقہ میں حضور اکرم کی تیرہ سالہ زندگی کا نقشہ ایک بہت شکن ماحول کا پتہ دیتا ہے۔ مگر رسولِ پاک نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں ایک شتمہ بھر بھی فرق نہ آنے دیا اور اپنے مشن کی تکمیل میں پوری دہمچی اور محنت پڑی سے کام کرتے رہے۔ بستیوں میں جا کر۔ میلوں میں پہنچ کر تو دنِ ریگستان میں قافلوں کے پٹاؤں پر تشریف لے جا کر علیحدہ علیحدہ افراد سے ملاقات کر کے اور پھر شامی وقت کو خطوط بھیج بھیج کر پیغامِ خداوندی پہنچاتے رہے۔ دیکھئے حضور اکرم کو مہینوں کی جانگا کوششوں کے بعد کہیں سے کوئی خادم ملتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اُسے عرب کے حق پرست نفوسِ شیعہ رسالت کے اور گرد پروانہ وار اکٹھے ہوتے ہی رہے۔ اور کفار بھی ہر وقت درپے آزاد رہتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے خدائیاں اسلام میں برواشت کے جوہر رکھے ہوئے تھے۔ وہ آفتوں کا سامنا کرتے۔ فاقوں پر فائقے کرتے۔ مگر سرورِ دو عالم کا دروازہ چھوڑ کر نہ جاتے تھے

فائق مرو۔ کہ تادیر بیت الحرام عشق

مد منزل است منزل اہل قیامت است

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب بیداریوں اور عبادت گزاروں کو دیکھ کر خدا نے ذوالنہد کی طرف سے پیغامِ استراحت لے کر جبریل امین حاضر خدمت ہوئے۔

ظَلَمَ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ
لَتَشْفَعَنَّ اِلَّا تَذَكَّرْتَهُ فَلَئِنْ يَتَخَطَّيْ

(ظلم) ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں بھیجا۔ کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ بلکہ یہ تو اس شخص کے لئے نصیحت ہے۔ جو خشیتِ الہی رکھتا ہو۔

پھر پیغام آتا ہے کہ

فَلَتَعْلَمَنَّ يَا خَلِيفَتُكَ عَلَيَّ اِنْ اَشَارْتَهُمْ
اِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا۔ بِهَذَا الْحَدِيثِ

آخر کار اس کٹھن زندگی کا خاتمہ ایک آخری آزمائش سے ہونے والا تھا۔ اور یہ آخری امتحان تاریخِ اسلام میں ہجرت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہجرت کی گھڑیاں بھی آگ کے سمندر میں شناوری کرنے کے مترادف تھیں۔ مگر حضرت نے غیبی سے یہ مرحلہ بھی خادمانِ مصطفیٰ نے سر کر ہی لیا۔ اب کفار کی آنکھیں کھلیں۔ اور اُن کو یقین ہو گیا۔ کہ اسلام اُن کی دستبرد سے نکل کر ایک محفوظ و مصون مقام پر پہنچ گیا ہے۔ لہذا انہوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی غرض سے عرب کا ایک ہزار نو جوان میدانِ بدر میں لا کر کھڑا کر دیا۔ اس نابکار فوج کی سپہ سالاری کی دوسرا سی ایچ ایل کے حصے میں آئی۔ یہ اشرارِ انقاس ہر طرح کے ساز و سامان سے خوب لیس تھے۔ اور ادھر حضور پر نور نے اپنے رشکِ قدسیاں اصحابِ کرام کو ائمہ الکفر کے با مقابل کھڑا کر کے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی۔ کہ الٰہی یہ ۳۱۳ تیری عداوت بہت سے میں لے کر آیا ہوں۔ اب فتح و نصرت تیرے ہاتھ میں ہے۔ مسلمان بھی رو کر بارگاہِ قدسی میں دعا میں کرتے۔ جن کی اجابت کا نقشہ قرآنِ پاک نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے دوسرہ

انفال پیرا کریم

اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ اَنْتَ
مُعِذٌ كُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْسِلٌ
(میدانِ بدر میں جب تم نے اپنے رب سے فریادیں کیں۔ تو اس نے تمہاری فریادیں باس الفاظ کی۔ کہ میں فرشتوں میں سے ہزار کی تعداد سے جو چاہے پلے نازل ہو گئے تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

پیک انسانیت

(۶)

انسان خود پرست بھی ہے خود فراموش بھی

(از جناب سید ابوالحسن علی صاحب دی)

سکھ کی انسان پر حکومت

تو ہے کہ انسان اس سے کام لے آپ نے بے جان سکھ میں جان ڈالی۔ مگر سکھ کے یہ معنی تو نہیں کہ آپ اس سے عشق کریں۔ اس سے جو کام لینا چاہیے تھا۔ وہ

نہیں لیا جاتا۔ بلکہ سکھ اس وقت انسان پر حکومت کر رہا ہے اس سکھ کے لئے دنیا میں دو بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ آپ نے عہدوں، کوٹھڑیوں اور گریلوں کو اپنے اوپر بھرا کر دیا۔ انسان نے انسان کے خلاف خودکش ہتھیار استعمال کئے۔ انسان نے انسانیت سے سرکشی کی بنیاد کی جس کے نتیجے میں انسان کو انسان سے ہٹا کر گناہوں کی پیڑوں کو پست کر دیا۔ انسان پرستی نہیں، وہ انسان پر مسلط ہیں۔ یہ ایک عجیب اور عبرت ناک حال ہے کہ آخرت مخلوقات پر اس کے نئے ہوئے قانون اور بے جان اشیاء حکومت کریں۔

دلائل مقاصد بن گئے

اس دنیا میں اکثر انسان نہیں کہ ان کا مقام اور مقصد حیات کیا ہے۔ جو چیزیں انسان کے متعلقہ کا صوف ذریعہ ہیں۔ ان پر ایسی محبتیں کی جا رہی ہیں کہ گویا وہی اصلی مقاصد ہیں۔ اصل مقاصد کو بھلا کر انسان دوس کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ دوسروں پر حکومت کرے۔ لیکن جب ایک کو دوسرے پر فتح ہوتی ہے۔ تو اس پر دوسری چیزیں حکومت کرتی ہیں۔ ایک قوم کیا ایک فرد بھی گوارا نہیں کرتا کہ اس پر دوسرا حکومت کرے مگر انسان سے بڑا درجہ پرست چیزوں کو مثلاً کپڑوں، کوٹھیوں کو، روپیہ کو آج ہم نے اپنے اوپر حکمران بنا رکھا ہے۔ انسان پر آج خواہشات کی، اپنے بنائے ہوئے قانون کی اور جمادات کی حکومت ہے حالانکہ ان چیزوں میں ہرگز کوئی جاذبیت نہیں۔ اور وہ ہرگز ہمارا مقصود دینے کے قابل نہیں، مگر ہم نے جمادات کو تزیین دی انسانوں پر ہم نے نباتات کو انسان سے افضل سمجھا۔ حالانکہ ہم میں آج لاکھوں انسان حقیقی آرام سے محروم ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان نے انسانیت کو فراموش کر دیا، اور اس پر ایک خود فراموشی طاری ہے۔ یقیناً ہم لوگ بھول چکے ہیں کہ ہمارا اصل مقام کیا ہے

ہماری غلط روش بھی سماجی دنیا میں توجہ انتہائی ہے۔ آج ہم عہدوں کے لئے جان دیتے ہیں۔ اور اپنی حقیقی عزت اور اصل راحت کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ جو چیزیں کس لئے ہے؟ اگر اس دنیا میں انسان نہ پیدا ہوتا تو تاریخ و جغرافیہ کی کیا ضرورت تھی۔ سارے علوم و فنون انسان ہی کے لئے تو بنیں۔ پھر یہ کیا ہے کہ انسان اپنی پوزیشن نہیں سمجھتا۔ اور اپنی حقیقت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ آپ کا اس دنیا سے کیا علاقہ ہے ہم کس لئے آئے۔ کیا ہم اس دنیا میں اس لئے بھیے گئے کہ دریاؤں پر وہڑیں اور جہازیں اڑیں اور مادی ترقیوں کو اپنا مقصد حیات بنا لیں، ہماری زندگی کا جو لباس ہے۔ اس میں برابر بھول پڑتے جا رہے ہیں اور دامن انسانیت آج تار تار ہے۔

تین بھر دماغ داغ شدہ نہ بکجا کجا نہم خدا کے برگزیدہ بندے جنہیں پیغمبر مقرر کئے ہیں۔ دنیا میں اسی لئے آئے کہ انسان کو اس کا مقام اور مقصد زندگی بتلا دیں اور انہوں نے مٹا احوال بتلایا کہ انسان اللہ کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور یہ ساری مخلوق انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اگر ہم اور آپ یہ سمجھ لیں کہ ہم اس دنیا کے امین، رُسولی اور نگران ہیں۔ تو یقیناً ہمارا اور آپ کا یہی اور طرز زندگی بدل جائے۔ اور دنیا میں جو فساد اور تباہی پھیل چکی ہے۔ وہ یقیناً دھو ہو سکتی ہے۔

دولت مند بننے کی ریس

لیکن اگر آپ یہ سمجھیں ڈھالنے کی مشین ہیں تو انسانیت کے لباس میں بھول پڑتے ہی جائیں گے۔ غیر محدود تعداد میں روپیہ پیدا کرنا جب آپ کا مقصد حیات ہوگا۔ تو نہ آپ انسانی رشتہ کو ملحوظ رکھیں گے۔ نہ کسی کے دل کو ستانے میں عار ہوگا نہ کسی کی غلط کرنے سے بچیں گے۔ اگر آپ کا آئیڈیل یہ ہوگا کہ زندگی صرف عیش و آرام، دولت مند بننے اور تھوڑی مدت میں جلد از جلد روپیہ سنبھالنے کا نام ہے۔ تو پھر اس کا نتیجہ یہی ہوگا۔ جو آج ہمارے سامنے ہے۔ خواہ انسانیت کا خون ہو۔ اور آدمیت پر باد ہو۔ مگر انسان دولت مند بننے کی ریس میں آگے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ساری اخلاقی تعلیمات طاق پر لگی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک شہر میں ایک ریس کا میدان گرم ہے۔ دفتروں میں شام ہونے سے پہلے کلرک چاہتا ہے کہ عیب بھرے، اس وقت فلسفہ شاعری

اور زمان آتش کا مقصد بھی دولت کا نام اور شہرت حاصل کرنا ہے۔ اور ولایت میں تو روحانیت کا مقصد بھی یہی بن گیا ہے۔ کہ دولت حاصل ہو۔

سکھ کے اخلاق

آج روپیہ کی محبت کا عکس بھی پوری انسانیت پر پڑا ہے۔ روپیہ کی بے وفائی اور اس کا تلخ آج ہمارے دماغوں اور دلوں میں گھس چکا ہے۔ سارا گمان دھیان آج اس سکھ کے دھیان میں مٹ چکا ہے۔ ہم میں سکھ کی خاصیت بھی کتنی خون اور بے وفائی پائی جا رہی ہے۔ ساری عمر کی کوشش کے باوجود اور روپیہ زیادہ سے زیادہ کمانے پر بھی آج دنیا کو وہ فائدہ نہیں ہوتا جو سکھ کا مقصد تھا۔ کیوں کہ انسانی سوزی اور جذبہ خدمت کے بغیر سکھ کی دولت حاصل نہیں ہو سکتی، انسانوں کی حق تلفی انسانیت کا خون ہے۔ آئیڈیل کی حکومت ہر زمانہ میں رہی۔ مگر کسی زمانہ میں بھی انسانی زندگی کا یہ آئیڈیل رہا ہے کہ دولت کے حصول کی خاطر انسان کو نازک دل بھی لے تو اس کو روزہ ناچلا جائے۔ انسانی اخلاق آج ہم سے بے رحمت ہو گیا۔ سکھ کے نام پر آج انسان انسان کا دشمن بنا ہوا ہے۔

تاجر اور خریدار کی نظر سے دیکھئے

ساری دنیا دو گروہوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے۔ ایک تاجر اور دوسرا خریدار آج دنیا کو اصرار ہے کہ ساری زندگی اسی بازار میں گزارے۔ انسانوں نے انسانوں کے دلوں میں بھرنے دلوں کو آباد کرنا۔ صورتوں پر نظر ڈالنا اور باہمی رشتوں کو قائم رکھنا۔ اور ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھنا بالکل تنہا کر دیا ہے۔ اس دنیا میں گویا سارے رشتے ختم ہو چکے تمام جذبات سرد پڑ گئے۔ اور ساری محبتیں اٹھ چکیں۔ اور اب ایک تاجر اور دوسرا خریدار بن کر زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ اور ایک دوسرے کی جیب پر نظر جمائے ہوئے ہے۔ اس دولت مند اولاد کے دلوں سے والدین کی محبت نکال دی چیلوں کے دلوں سے گروہوں اور استادوں کی محبت ختم کر دی اس باپ کے دلوں سے اولاد کی شفقت کھو دی اور ساری زندگی ایک دکان بن کر رہ گئی۔ بے لوث مہر دی اور خدمت کا جذبہ نیست و نابود ہو چکا۔ اور حقیقی لطف اب زندگی سے اٹھ چکا۔ ہر شخص دوسرے کو گاہک کی نظر سے دیکھتا اور سوچتا ہے کہ کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر دنیا میں صرف دو کاغذ اور گاہک ہی بنے ہوں تو کیا خاک لطف زندگی ہو

دولت کا ضرورت سے زائد احترام

سب سے پہلے ہماری نظر جب کسی پر پڑتی ہے۔ تو اس کے لباس و ہیکل

زندگی اور مالی حیثیت سے جھپٹتے ہیں۔ اس سے اخلاق اور اس کی انسانیت کی ہمارے بازار میں کوئی قدر قیمت نہیں ہے۔ آج انسان باشتیوں کی طرح ایک سونے کے پیارے گرد وچمک لگا رہے ہیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ آج ہمیں کون سی چیز زندگی کی حقیقی خوشی اور لذت سے آشنا کر رہی ہے۔

میں نے انسانوں کو بتلایا تھا کہ اگر تم نے اپنے کو دنیا کا تاج کر لیا۔ اور اپنی خواہشات کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔ تو یہ ساری زندگی غیر فطری اور بد نظم ہو جائے گی۔ اور ایک ایسی ناکامی پھیل جائے گی۔ کہ یہی دنیا تمھارے لئے جہنم بن جائے گی۔ اگر انسان نے اپنے کو نہیں پہچانا۔ تو وہ اپنے مقام سے گرتا ہوا جائے گا اور انسانیت تباہ و برباد ہوگی۔

مقام انسانیت قرآن کریم میں بتلایا ہے کہ انسان کو پیدا کر کے فرشتوں کو اس کے آگے جھکایا گیا۔ جس سے یہ سین لٹتا ہے۔ کہ انسانیت کی یہ ایک تزیین ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے سوا کسی کے سامنے جھکے ہوئے خدا کے بعد اس کے فرشتے ہی اس سے زیادہ جھکنے کے قابل تھے۔ کہوں کہ وہ اس عالم کے کارپرداز ہیں، وہ اللہ کے حکم سے بارش لاتے ہیں۔ ہوا میں چلاتے ہیں۔ جس طرح ایک حاکم اپنے نائب کا اپنے اہلکاروں سے تعارف کرتا ہے۔ اسی طرح خدا نے انسان کے آگے فرشتوں کو جھکا کر ایک تعارف یا انٹروڈکشن کر لیا تاکہ انسان کی نفس کی قیامت تک کے لئے یہ سبق یاد رہے۔ کہ وہ بجز خدا کے کسی کے آگے جھکنے کے قابل نہیں۔ مگر انسان اپنی مسمیٰ اور ذات کو فراموش کر انسانیت کی تزیین اور خون کر رہے ہیں۔

انسان کا اصل دشمن جسکی تائید میں صاف کی آگ نفس کی آگ اور پیٹ کی آگ کو بچانے کے اور کوئی اہم مقصد حکومتوں کے سامنے نہیں رہا۔ کسی سیالے اور کسی مرتب سے کوئی دشمن نہیں ادا، باہر سے کوئی تانے کے لئے نہیں آیا۔ کسی دوسرے ملک سے بھی نہیں تباہ کرنے کے لئے کوئی نہیں آیا۔ بلکہ جو بچے بھی ہماری مصیبتیں ہیں۔ وہ ہمارے ہی ہاتھوں کی لائی ہوئی ہیں۔ اور ہماری اخلاقی لپٹی کا نتیجہ ہیں۔

آپ سے پہلے جو قومیں دنیا میں تباہ ہوئیں ان پر کسی مرض یا دبا سے تباہی نہیں آئی۔ بلکہ وہ اپنے اخلاق کی خرابی، دولت پرستی اور کیرئیر کی گراؤ سے تباہ ہوئیں۔ سیاسی پارٹیاں چاہے جو مرض اور بیماری تباہی مگر میں تو یہی کہتا ہوں۔ کہ اصل بیماری انسانیت کی تباہی اور اخلاقی لپٹی ہے۔

آنکھوں کی ہوس میں پہلے کرتا ہوں۔ کہ کوئی ماہر اقتصادیات یہ ثابت کرے کہ جتنی پیداوار ہے۔ اس سے زیادہ آبادی ہے۔ کیونکہ اللہ نے جس انسان کو پیدا کیا ہے۔ اس کا رزق بھی پیدا ہے۔ مگر آج انسان کی ہوس اتنی بڑھ چکی ہے۔

کہ وہ چاہے ایک سیر نہ کھا سکے۔ مگر اپنے پاس ایک من دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ آنکھوں کی ہوس کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ آج فرضی ضرورتوں کی فرست اتنی طویل ہو چکی ہے۔ کہ جس کی تکمیل کبھی ہو ہی نہیں سکتی، ہماری ضرورتوں کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ مگر اللہ نے یہ ذمہ نہیں لیا۔ کہ آپ چاند مورتوں کی ہوس کریں۔ آپ دنیا کی ہوس کریں۔ آپ درمیر جمع کرنے کی ضرورت سمجھیں، آج اگر انسانوں میں سکون پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر زندگی بہتر بن سکتی ہے۔ تو اس کا راستہ صرف یہ ہے۔ کہ ایک اچھا قانون تلاش کریں۔

مذہب کو کسی سفارش کی ضرورت نہیں مذہب کی کسی سفارش کی ضرورت نہیں، جو لوگ مذہب کو ایک مظلوم کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں۔ ہماری مصیبتیں ہماری پیشانیاں ہیں اس بات پر خود مجبور کرتی ہیں۔ کہ ہم مذہب کو اپنا لیں۔ آپ کب تک خدا کریں گے۔ اور کب تک اپنی آنکھوں میں خاک ڈالے رہیں گے آخر آپ کو اپنی اس بے لطف اور تلخ زندگی کا چھکاک تک پڑا رہے گا۔ آج میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ کوئی قانون اور کنٹرول انسانوں کو بد اخلاقی اور جہلم سے نہیں روک سکتا۔ بلکہ خدا کا خوف، اس کا مذہب سے تعلق۔ انسانوں سے محبت ہی ہماری بیماریوں کا واحد علاج ہے۔ آج افسوس یہ ہے۔ کہ اس طبقے پورے ملک میں جس میں کروڑوں انسان جیتے ہیں۔ اور بڑے سے بڑے انسان ہیں۔ جو ہمارے لئے قابل فخر ہیں۔ مگر اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے اور روحانی اور انسانی زندگی کو رواج دینے کے لئے کوئی تحریک اور کوئی جماعت نظر نہیں آتی۔

ہم نے بہت انتظار کیا۔ اور آخر یہ فیصلہ کیا۔ کہ جو کچھ ہم سے بن پڑے اس کو شروع کر دیں۔ **آزادی کی حفاظت** میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ آزادی حاصل کرنا تو بہت اچھا ہے۔ مگر اس کو برقرار رکھنا۔ اس کے بغیر ناممکن ہے۔ کہ ہماری اخلاقی حالت درست ہو۔ اور ہماری زندگی میں انسانیت زندہ ہو۔ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے۔ کہ کوئی ملک اور کوئی حکومت بغیر اخلاقی ترقی اور انسانیت کی بقا کے قائم نہیں رہ سکتی۔

آج یہ کام ہر طبقہ اور ہر دور کے لئے ضروری ہے۔ آپ اس یقین کے ساتھ اس سے تعاون کریں کہ تیس ایک بے لوث خدمت کے جذبہ اور اخلاقی بلندی اور انسانیت کی بیماری کے جاری زندگی کی مصیبتیں دور نہیں ہو سکتیں۔ **یورپ زندگی سے مایوس ہے** یورپ جو آج دنیا کا امام بنا ہوا ہے اپنی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ زندگی سے مایوس ہو رہا ہے۔ اور زندگی

کے ہر شعبہ میں سکون سے محروم اور خالی ہاتھ ہے۔ اپنی مادہ پرستی سے بدول ہو رہا ہے۔

مسلمانوں کا فرض منہی مسلمانوں سے میں صاف کہتا ہوں کہ آپ کو تقاضا ہے۔ اس کا تقاضا یہ تھا۔ کہ آپ دنیا میں اس اطلاع کو عام کرتے اور اس درمی ہونی حقیقت کو ابھارتے، دیکھتے بھائیوں کو یہ بھولا ہوا سبق یاد دلاتے، مگر آپ نے اس کی فکر تک نہ کی، آپ دوسرے ملکوں پر نظریں لگانا چھوڑ دیں۔ اپنے اسلاف کی تاریخ پر نظر ڈالئے کہ انہیں میں لگے ان کے ہونے پر جب طارقؑ نے اپنے جہازوں کو آگ لگا دی، جب ان سے دریافت کیا گیا۔ کہ ایسا کیوں کیا۔ تو انہوں نے ہاتھ ڈال کر جواب دیا۔ کہ جو بزدل جہازوں کو اپنا معبود دیکھتے ہوئے ہوں وہ ناامید ہو جائے لیکن ہمارا معبود تو صرف ایک اللہ ہے۔ جو حقیقی و قدیم ہے۔ ہم اس کے پیغام کو نہ سنے ہیں اور اب ہمیں اسی ملک میں جینا اور مرنے ہے۔ آپ اس ملک میں توحید کا تحفہ دے سکتے ہیں۔ اور یہ تحفہ قبول کرنے کے قابل ہے۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ تم اس ملک میں رہنے کا فیصلہ کرو۔ کوئی مانے یا نہ مانے مگر تم اس ضرورت کو محسوس کرو۔

ہر چیز اپنے مقام سے ہی ہوتی ہے اس ملک کا سارا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک سے ہی ہوتی ہے۔ بے لوث خدمت، صبح حیدر، اخوت و مساوات اور انسانی بہرہ دہی کا جذبہ نہ پیدا ہو انسان کی زندگی کا اصل مقام اور حقیقی مقصد خلیفۃ اللہ خدا کا نائب، ہونا ہے۔ مگر تم ایک بلکہ کے پاؤں سے اپنا سر رکھنے لگے۔ تم مٹے سکہ کو حبیب میں جیکو دینے کے بجائے اپنے دلوں میں اور دماغوں میں جیکو رکھ رہے اور مسجد بنی ہوئی ہے۔ وہ روپے کا شوالہ اور مسجد ہے۔ روپے کی پریشانی ہو رہی ہے۔ خدا کے نائب اور پیغمبر بن جاؤ۔ اس زندگی کی چول بیٹھ جائے گی۔ تم اپنے منہ پر جاؤ۔ ہر چیز اپنے مقام پر آجائے گی۔

زندگی بندہ آمد از برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی گرنہ باشد زندگی و بندگی مروت بہتر از این بد زندگی

عوام کی پریشانیوں

ایسا ————— اُن کا علاج

از حناہ محمد مقبول عالم صاحب بی تلمے لاہور

ایک کاریگر کا رخانے کی بڑی مشین پر کام کرتا ہے اور اچھی خاصی رقم اپنے مالک کے لئے کماتا ہے۔ لیکن وہ مجبور ہے۔ کہ معمولی تنخواہ قبول کرے۔ اور مشکل سے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالے۔ اس کے پاس اتنی دولت نہیں کہ خود مشینیں خریدے اور کارخانہ قائم کرے۔ وہ بے آلہ مزدور ہے۔ مشین کی ایجاد سے پہلے ہر کاریگر معمولی آلات سے کام کرتا تھا۔ اور ان آلات کو وہ خود ہتیا کر لیتا تھا۔ لیکن مشین کی ایجاد سے بڑی بڑی کمپنیاں بن گئی ہیں۔ جن کی بدولت تھوڑے وقت اور تھوڑی محنت سے بڑا کام ہو جاتا ہے۔ کاریگر کی دوسری مجبوری یہ ہے۔ کہ ایک کارخانے میں بہت سے کاریگر کام کرتے ہیں۔ ایک کاریگر ایک کام کرتا ہے۔ دوسرا کاریگر دوسرا۔ لیکن کوئی کاریگر سارا کام اکیلا نہیں کرتا۔ اس طرح سب کاریگروں کے اشتراک اور تعاون سے کام ہوتا ہے۔ ان حالات میں کاریگر مجبور ہے کہ کسی سرمایہ دار کے کارخانے میں دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرے۔ اور جتنی اجرت وہ سرمایہ دار مقرر کرے اسے قبول کرے۔ یا بیچارہ رہے اور بھوکوں مرے۔ سرمایہ دار کاریگروں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور جبر کے ماتحت ان کی رضامندی حاصل کرتا ہے۔ حقیقت میں ایسی رضامندی کوئی رضامندی نہیں جس میں جبر پایا جائے اور شریعت کی رو سے ایسے تمام کاروبار حرام ہیں۔ جن میں یا تو تعاون نہ ہو۔ یا ایسی رضامندی ہو جس میں جبر پایا جائے (محنت اللہ الہامیہ مصنفہ حضرت شاہ ولی دہلویؒ جلد دوم ص ۱۱۱)

اجرت کم از کم اتنی تو ہونی چاہئے۔ جو ایک شخص کے اوسط معیار زندگی کے برابر ہو۔ چونکہ کام کاریگروں اور سرمایہ دار کے اشتراک اور تعاون سے ہوتا ہے۔ اس لیے سب کو اس کام کے منافع سے بھی حصہ ملنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ کاریگر تو معمولی اجرت پائیں اور باقی سارا منافع سرمایہ دار خود لے جائے اور پھر اسے معیش و عشرت میں اٹائے۔ اس سے کوئی حق نہیں کہ دوسروں کی محنت سے فائدہ اٹھائے۔ مگر تعاونی اصولوں کی بنیاد پر انہیں منافع میں حصہ دار بن جائے۔ یہی حل زمین میں کام کرنے والوں کے جو خیرباد اور جاگیر کیلئے اناج پیدا کرتے ہیں وہ خود زمین کے مالک نہیں ہوتے اس

لئے اپنی محنت بیچنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ اپنے زمین کا منت کارہ ہیں۔ زمیندار بھی جبر کے ماتحت ان کی رضامندی حاصل کرتا ہے۔ اور انہیں گھروں اور بیلوں کی طرح محض زندہ رہنے کے لئے روٹی دیتا ہے۔ باقی ساری دولت خود سمیٹ کر لے جاتا ہے۔ حالانکہ وہ دولت سب کے اشتراک اور تعاون سے پیدا ہوئی ہے۔ اور اس میں سب کا حصہ ہے۔ دستکاروں اور چھوٹے وکانداروں کا حال بھی کچھ اچھا نہیں۔ وہ سخت محنت کے باوجود اتنی دولت نہیں پاتے۔ کہ اوسط معیار زندگی قائم رکھ سکیں۔ اس لئے تنگی سے گزارا کرتے ہیں۔ اور اکثر پریشان حال ہی رہتے ہیں۔

ملک میں ایسے نو جوانوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے جو کارخانوں اور دفاتروں کے چکر کاٹتے ہیں۔ لیکن انہیں کوئی کام نہیں ملتا۔ وہ اپنے ماں باپ دوسرے عزیزوں پر بوجھ ہیں۔ بعض شادی شدہ ہیں۔ بال بچے دار ہو چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک انہیں کوئی نوکری کام نہیں مل سکا۔

معاش کے معاملے میں عوام کی سب سے بڑی پریشانی یہی ہے کہ ان کی آمدنی کم ہے اور خرچ زیادہ۔ ابتدائی بنیادی ضرورتیں بھی پوری نہیں ہوتیں۔ اور ادھر ملکی معاشیات میں عدم توازن پیدا ہو رہا ہے۔ پیداوار کے بڑے ذریعے جہذا فراد کے قبضے میں ہیں۔ اور دولت کی تقسیم صحیح نہیں ہو رہی۔ جس کے نتیجے کے طور پر ایک طبقہ دو تہند بنتا چلا جا رہا ہے۔ جو معیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور فضول خرچی سے کام لیتا ہے۔ دوسری طرف نادار طبقہ پیدا ہو رہا ہے۔ جو زندگی کی ابتدائی ضرورتیں بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ کہ وہ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلا سکیں اور انہیں ملک و ملت کے لئے مفید بنا سکیں۔ اس کا نقصان صرف اس نادار طبقے ہی کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ ساری قوم کو پہنچتا ہے۔ جو قوموں کی دوڑ میں پیچھے رہ کر محکوم و ذلت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

کمانے کی پریشانی کے بعد ایک پریشانی یہ ہے کہ ضروریات زندگی بے حد گراں ہیں۔ اور بعض اوقات تو نایاب ہو جاتی ہیں۔ پھر ایک مصیبت

یہ ہے کہ امیر لوگ عیاشی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور غریب لوگ اُن کی نقل اتارتے ہیں اور تنگ ہوتے ہیں۔ عیاشی کے ایسے سامان پیدا ہو چکے ہیں۔ اور ایسی عاداتیں اور رسمیں رواج پا چکی ہیں۔ جن کی وجہ سے بھی زمین برباد ہوتا ہے۔ اس قسم کی سب باتیں پریشانی کا موجب بنی ہوئی ہیں۔

ایک متوسط درجے کا شہری عوامی مکان کا مالک نہیں ہے۔ اس لئے کوئی مکان کرایہ پر لیتا ہے جو اس کی ضرورتیں بھی پوری نہیں کرتا۔ لیکن وہ مجبوراً اس میں رہائش اختیار کرتا ہے۔ اور اکثر گندے ماحول میں زندگی بسر کرتا ہے۔ کاش ہر شہری کے لئے ایک مناسب مکان ہوتا ہے۔ جس کا ماحول بھی صاف ہوتا۔ اور وہ ابھی زندگی بسر کر سکتا۔

ایک ام گھرانے میں کم و بیش پانچ چھ بچے ہوتے ہیں۔ اس دور کا تقاضا ہے کہ ہر بچہ تعلیم پائے لیکن تعلیم اتنی گراں ہے کہ نادار طبقہ اپنے بچوں کو سکول نہیں بھیج سکتا۔ یا کم از کم انہیں اعلیٰ تعلیم نہیں دلا سکتا۔ متوسط طبقے کے لوگ بچوں کو سکول بھیجتے ہیں۔ لیکن اچھے معیاری سکولوں میں داخل نہیں کر سکتے۔ عام سکولوں کا نظام بھی اچھا نہیں اور اخلاقی معیار بھی گرا ہوا ہے۔ عموماً بچے برائیاں ہی سیکھتے ہیں۔ ایک شریعت آدمی ایسے ماحول میں اپنے بچوں کو بھیجا پسند نہیں کرتا۔ لیکن اسے مجبوراً بھیجنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ تعلیمی نصاب بھی اعلیٰ انسانی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔ اور بچوں کی اخلاق اور ہنرمند شہری نہیں بناتا۔ وہ ڈگریوں کے بل پر ہجو و دیگرے نیست کا نقرہ دگاتے ہیں۔ لیکن دانش و حکمت سے خالی ہوتے ہیں بلکہ انسانیت سے دور سے ہوتے ہیں۔ ایسے نو جوانوں کے ماں باپ اور رشتہ دار سخت پریشان ہوتے ہیں کہ تعلیم دلا کر بھی انہیں اچھا انسان نہ بنا سکے۔

بچے جب جوان ہو جاتے ہیں تو ان کے بیاہ شادی کی فکر ہوتی ہے۔ والدین سخت پریشان ہوتے ہیں۔ کیونکہ اچھے رشتے نہیں ملتے۔ آخر کہیں نہ کہیں رشتہ کر دیا جاتا ہے۔ لیکن بعد میں ایسے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں کہ زندگی گزارنی مشکل ہو جاتی ہے۔ کئی لوگ ان حالات سے تنگ آکر جرائم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔ کئی ایسا ہوتا ہے کہ عورتوں کو طلاق دے دی جاتی ہے۔ یا انہیں آباد نہیں کیا جاتا۔ اور دوسری شادی کر لی جاتی ہے۔ جو لوگ خدا ترس ہوتے ہیں۔ وہ ناموافقت کی وجہ سے اندر ہی اندر گڑھتے رہتے ہیں اور بالا خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

زندگی کے دوران میں بعض تقریبات کے بھی موقع آتے ہیں۔ ان موقعوں پر ایسی فضول اور مسرفانہ عادات ادا کی جاتی ہیں۔ جن کا شریعت اسلامیہ میں تو کہیں ذکر نہیں۔ مگر لوگ انہیں مذہبی فریضہ کی طرح

بجالتے ہیں۔ پھر برادریوں کا نظام ایسا ہے۔ جس میں ان دھموں کو مجبوراً ادا کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ ناک کشی ہے یا برادری سے خارج ہونا پڑتا ہے۔

عوام کی پریشانیوں شہری نظام کی خرابی کی وجہ سے بھی ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شہر میں رہنے والے لوگوں کے معاشرتی تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ اور ایک طبقہ دوسرے طبقے پر ظلم کرنا شروع کر دیتا ہے۔ کبھی معاملات میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے کبھی مذہبی اختلافات کو ضادات کی بنیاد بنایا جاتا ہے بعض لوگ مضر تحریکیں چلاتے ہیں اور اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر طبقاتی جنگ پیدا کر دیتے ہیں۔ چوروں اور ڈاکوؤں کے گروہ بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ قتل و غارت شروع کر دیتے ہیں۔ نادرات فاسدہ کا بھی ظہور ہو جاتا ہے۔ شراب و زنا کی کثرت ہو جاتی ہے۔ مزدور سبب معاملات مثلاً جو بازی۔ سود خوری۔ رشوت ستانی، کم پائل، مال تجارت میں فریب وغیرہ بھی عام ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ جھوٹے مفادات بناتے ہیں اور لوگوں کو تنگ کرتے ہیں۔ پیشوں کی منطقی تقسیم اور اصولی پیشیا کے ترک سے بھی شہری نظام میں خلل آ جاتا ہے۔ مثلاً ذراعت، تجارت اور صنعت و حرفت کو چھوڑ کر عیاشی اور تعلقات سے غفلت رکھنے والے پینے اختیار کرنا یا ایک پیشے کی حرمت اُمتد پڑنا اور دوسرے پیشوں کو چھوڑ دینا۔ ناقص معیار زندگی اور حفظانِ صحت کا ناقص انتظام بھی شہری زندگی کو خراب کرتا ہے۔

انسان کے ساتھ بیماری بھی لگی ہوئی ہے۔ موجودہ زمانے میں تو بیماریاں اس قدر بڑھ گئی ہیں۔ کہ ہر گھر میں کوئی نہ کوئی بیمار ضرور ہوتا ہے۔ عوام کی پریشانی یہ ہے کہ علاج کی سہولتیں جہتاً نہیں ہیں۔ علاج اس قدر گراں ہے۔ کہ ایک نادہ بلکہ متوسط طبقے کا آدمی بھی خاطر خواہ علاج نہیں کر دے سکتا۔ بے شک ملک میں کچھ ہسپتال قائم ہیں۔ لیکن اول تو وہ ناکافی ہیں اور دوسرے وہاں بھی اثروءِ سیوخ جلتا ہے۔ اور پرائیویٹ طور پر فیس دیئے بغیر مرض کو داخل نہیں کیا جاتا۔ پھر ساری دوائیاں وہاں سے ملتی نہیں۔ اکثر بازار سے خریدنی پڑتی ہیں۔

ایک شہری کو اپنی ضرورتوں کے پیش نظر حکومت کے دفتروں سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ مثلاً انکم ٹیکس کا حساب دینا ہے یا پاسپورٹ بنانا ہے۔ یا کوئی اور معاملہ ہے۔ تو اسے حکومت کے عملے کے ہاتھوں سخت تنگ ہونا پڑتا ہے۔ کئی دفعہ وقت بھی ہرج ہوتا ہے۔ پیسہ بھی خرچ ہوتا ہے۔ پریشانی بھی لاحق ہوتی ہے لیکن اُم پھر بھی نہیں ہوتا۔

دارالعلوم میں انصاف بہت حد تک پڑنا ہے۔ جب تک روپے کا بے دریغ استعمال نہ

کیا جائے اور جھوٹ کا طیارہ نہ باز رہا جائے کامیابی مشکل ہوتی ہے۔ وکیلوں کو بیچ جھوٹ سے بچت نہیں ہوتی۔ انھیں تو اپنی فیس سے غرض ہوتی ہے۔

معاشرے میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ معاملات کرتے ہیں۔ لیکن اچھا برتاؤ نہیں کیا جاتا قرض لیا جاتا ہے۔ تو ادا نہیں کیا جاتا۔ وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو پورا نہیں کیا جاتا۔ ذرا سی بات پر تعلقات توڑ دئے جاتے ہیں۔ اور طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لی جاتی ہیں۔ کسی قسم کی مروت اور احسان کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ فیاضی اور ایثار تو کجا دوسرے کا حق بھی پورا نہیں کیا جاتا۔ دھوکا دنیا عقلمندی سمجھا جاتا ہے۔ ہر شخص کی اپنی کوشش ہوتی ہے کہ میری غرض پوری ہو جائے۔ دوسرے کے نقصان کی پروا نہیں کی جاتی۔ خدا کا خوف کہاں ہے۔ جو ظلم سے باز رکھے۔ اور انصاف پر آمادہ کرے۔ عام لوگوں کا میلان فحاشی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سینما کا شوق عام ہے۔ اس شوق کی اصل دو چیزیں ہیں۔

(۱) حسین عورتوں کا دیکھنا

(۲) اور گانا سنا۔

اگر یہ دو چیزیں نہ ہوں۔ کہانی بے شک نصیحت آموز نہ ہو۔ نوجوان اسے پسند ہی نہیں کریں گے۔

مذہب ہمیشہ انسان کی فطرت کو گمانا رہا ہے۔ اور انسان کسی نہ کسی رنگ میں خدا پرستی کا قائل رہا ہے۔ مگر ہوا یہ کہ توہمات اور بدعات شامل ہو جانے سے مذہب اپنے اصلی رنگ میں قائم نہ رہا۔ چنانچہ اسلام نے ان توہمات اور بدعات کو اڑایا اور صحیح خدا پرستی قائم کی۔ مذہب کے لئے دراصل اپنی توہمات اور غیر ضروری قیود ہی کی وجہ سے بڑھتے ہیں ان غیر ضروری قیود کا علاج یا تو صحیح خدا پرستی کا قیام ہے جو اسلام نے کیا۔ اور یا ہر قسم کی قیود سے آزادی ہے جو موجودہ تہذیب یورپ نے کیا۔ انگریزی تعلیم و تربیت اور اسلامیات سے تاوا حقیت کا نتیجہ یہ ہوا، کہ نوجوانوں نے مطلق آزادی کو پسند کیا۔ اور غیر ضروری قیود کے ساتھ ضروری قیود بھی اڑا دیں۔ اس طرح دینی رذائل شروع ہوئے۔ اب ایک طرف بدعات کو مذہب کا نام دیا جا رہا ہے۔ اور دوسری طرف ہر قسم کی قیود کو اڑایا جا رہا ہے۔ دونوں جاوہ اعتدال سے دور نہیں گئے ہیں۔ مذہبی طبقہ خدا کی محبت کا دعویدار ہے۔ لیکن خلق خدا کی بھلائی سے غافل حالانکہ خدا کی محبت کا لازمی نتیجہ ہے۔ خلق خدا کی خدمت اس لئے خالی عبادات پر زور ہے۔ اور معاملات کی صفائی اور خلق خدا کی خدمت کی ہوا نہیں ہے۔

مساکین کی خدمت کے لئے کوئی اجتماعی نظام موجود نہ ہونے کی وجہ سے اگر کسی جاگیر اور شریف شخص لوگ نہایت تکلیف سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ پتیلیوں کے نام پر دولت سے قائم کرنے والے بھی خلق خدا کو لوٹتے ہیں۔ اور ان بچوں سے جو عام طور پر اغوا کے ذریعے حاصل کئے جاتے ہیں۔ گداگری کا کام لیا جاتا ہے۔

معاشرے کی اس قسم کی خرابیاں شریف عوام کے لئے پریشانی کا موجب بنی ہوئی ہیں۔ اور ان خرابیوں کے پیش نظر کسی کو حوصلہ نہیں پڑتا۔ کہ جدوجہد کرے۔ بے شک ان خرابیوں کو دور کرنا ایک آدمی کا کام نہیں۔ اس لئے اجتماعی جدوجہد ہی کرنی پڑے گی۔ ملک کے سمجھ دار لوگوں کا فرض ہے کہ اب زیادہ انتظار نہ کریں۔ اور ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے مضبوط اجتماع پیدا کریں۔ اور محض اللہ کی رضا کی خاطر اور شفقت علی الخلق کے جذب کے ماتحت جدوجہد شروع کریں۔ جاہ طلبی اور زراعتی مقصود نہ ہو۔ سب سے پہلے ایسے لوگوں کو جمع ہو کر ایک نمونے کا معاشرہ بنا کر پیش کرنا ہوگا۔ جس کے اصول یہی ہوں۔ جو خیراتوں میں پائے جاتے تھے۔ یہ معاشرہ ایک مکمل شہر کی صورت میں منظم کیا جائے۔ اور اس کے تمام ادارے بہت خلق کے اصول پر چلائے جائیں۔ وہاں زمین کی اصل صورت قائم کی جائے۔ فواضات، عوامی رسم و رواج، بدعات و خیرہ کو روک دیا جائے اور جو معاشرہ زندگی قائم کیا جائے۔ وہ معاشرہ پھر ایسے ہی اور معاشرت کی تشکیل کا باعث بنے۔ اس طرح ان معاشرت کے ذریعے سے سارے ملک کی اصلاح کا کام آسان ہو جائے گا۔ واللہ المستعان!

فقیر جماعت کے لئے نہ پڑھنے پر سزا

(حصہ آگے)

خص معذور نہیں تو پھر اور کون ہو سکتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ لعنت بھیجتے ہیں۔ ایک اس شخص پر جس سے نمازی (کسی معقول و صحیح) ناراض ہوں۔ اور وہ امامت کرے۔ دوسرے اس عورت پر جس کا عاوند اس سے ناراض ہو۔ تیسرے اس شخص پر جو اذان کی آواز سننے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔

موجودہ زمانے میں ترک جماعت ایک عام عادت ہو گئی ہے۔ جاہلوں کا تو ذکر ہی کیا۔ بعض پڑھے لکھے حضرات کو اس بلا میں مبتلا دیکھو۔ اسوس یہ لوگ احادیث پڑھتے ہیں اور ان کے معنی بھی سمجھتے ہیں۔ مگر جماعت کی سخت تاکیدیں ان کے پیچھے سے زیادہ سخت دلوں پر کچھ بھی اثر نہیں کرتی۔ قیامت میں جب قاضی روز جزا کے سامنے سب سے پہلے نماز کے مفادات پیش ہوں گے اور اس کے ادا نہ کرنے والے یا اس میں کمی کرنے والے۔ سب باز پرس شروع ہوگی۔ تو یہ لوگ کیا جواب دیں گے۔

سفر نامہ یورپ

(۱۹)

لندن

از خان عبد المجید خاں فیروز خان لاہور
(گوشہ سے پیوستہ)

لندن کے شاہی محلات اور سرکاری عمارات

انگلہ زمی تندیب اور شاہ پرستی کا مرکز بلنگھم پبلس ہے۔ جہاں انگلستان کا شاہی خاندان مقیم ہے۔ یہ محل ڈیوک آف بلنگھم نے ۱۳۰۰ء میں اپنی رہائش کے لئے لندن میں بنوایا۔ ڈیوک کے خاندان سے شاہ جارج سوم نے ۱۷۶۰ء میں خرید لیا۔ جس کے بعد شاہی خاندان اس میں رہنے لگا۔ ملکہ وکٹوریہ نے ۱۸۳۷ء میں سرکاری طور پر اس میں سکونت اختیار کی اور اس وقت سے اب تک انگلستان کے بادشاہ اس میں مقیم رہے آتے ہیں۔ محل کا سامنے کا حصہ ۱۹۱۳ء میں بنایا گیا تھا۔ جو اسے کاریگری کا نمونہ ہے۔ اس کے سامنے سے ہال روڈ گزرتی ہے۔ جو ایمرالٹی اسٹیج کے نیچے سے ہو کر ٹرافالگر سکوائر میں ختم ہو جاتی ہے۔ اسی ٹرک پر سے شاہی جہاز گزرتے ہیں۔ خواہ وہ پارلیمنٹ کے افتتاح کی رسم ہو یا ملکہ کے یوم پیدائش کا تیوہار یا شاہی خاندان کے افراد کی شادی ہو یا خیر ملک کے کسی بادشاہ یا صدر کی آمد کا موقع۔

مال روڈ سے دائیں طرف ایک سڑک سینٹ جیمز پارک میں لے جاتی ہے۔ یہ باغ ۷۰ ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کی فرنگ سبز گھاس سے ڈھکی ہوئی۔ جگہ جگہ روشوں پر تماشا بکوں کے لئے بچے بیٹھے ہیں۔ کیاریاں پھولوں سے آراستہ ہیں۔ جن میں رنگ بزرگ کے پھول کھلے ہیں۔ اس کے سبب میدان میں پانی کا ایک تالاب بھی ہے۔ جس میں قسم قسم کے پرندے تیرتے نظر آتے ہیں۔

سینٹ جیمز پارک کے مشرق کی طرف وزارت خزانہ اور خارجی امور کے دفاتر واقع ہیں۔ اس سٹیج سے گزرنے کے بعد وائٹ ہال آجاتا ہے جو دولت انگلیشیہ کا سیاسی اور انتظامی مرکز ہے۔ اس کے آگے پرہ دار گھوڑوں پر سوار گشت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے بونیفام اور گھوڑے دیکھنے کے لئے تماشا بین یہاں جمع رہتے ہیں۔ وزارت خزانہ اور وزارت خارجہ کے دفاتر کے درمیان وہ سڑک گزرتی ہے۔ جہاں انگلستان کے وزیر اعظم کی سرکاری رہائش گاہ ہے یعنی ڈاؤنگ سٹریٹ

یہاں مل مکان میں وزیر اعظم رہتے ہیں۔ یہ مکان بہت پرانا ہے اور باہر سے کچھ ایسا جاذب نظر نہیں۔ اس کے ساتھ وزارت داخلہ کے دفاتر کے ساتھ رائل ہنٹمنٹ سرو سنز میوزیم ہے۔ جہاں کسی زمانے میں بڑی بڑی کاری وغیرہ منقذ ہوتی تھیں۔ اسی ہال کی پہلی منزل کے کورواڑ سے ۳۰ جون ۱۹۴۷ء کو پارلس اول شاہ انگلستان پھانسی کے تختہ پر چڑھنے کے لئے باہر آیا تھا۔ قریب اسی محنت اور ہوائی وزارت کے دفاتر میں یہاں سے پارلیمنٹ سٹریٹ شروع ہوتی ہے جہاں سینوٹاٹ - ایوان پارلیمنٹ ڈویلپٹ منسٹر ہال واقع ہیں۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

ٹیمز کا وکٹوریہ بند

یہ بند ریائیز کے کنارے گیا تھا۔ تاکہ دریا کے کنارے سیر کرنے والوں کو سہولت رہے۔ اس کے ایک سرے پر دریا کے ٹیمز میں سیر کرنے والے لوگوں کے جہاز اور کشتیاں آکر ٹھہرتی ہیں۔ یہاں ایک شہزادی کا مجسمہ ہے جو تھیں سوار دکھائی گئی ہے۔ بائیں طرف سکاٹ لینڈ یا وڈ کی عمارات ہیں جو لندن کی پولیس کا مرکز ہے۔ اس سے آگے رائل ایریز میوزیم ہے یہ کالسی کا بنا ہوا عقاب ہے جو پرول کو تو لے ہوئے شکار پر بھجپٹ رہا ہے۔ اسی بند پر کچھ دور آگے ملکہ بکھو پٹرا کی نیڈل ہے۔ یہ ۷۰ فٹ بلند ستون ہے۔ جس کا وزن ۱۸۰ ٹن ہے جو ۷۰۰ ٹن اشیاء میں مصر کے مقام پہلی پولس میں ایٹا دیا تھا۔ یہاں سے اکھاڑ کر اور لوہے کی سنڈر میں بند کر کے انگلینڈ اسے لندن میں لائے اور سنڈر سے یہاں نصب ہے۔ اس بند پر دو سرائی واٹر لو کا ہے۔ یہ کاریگری کا بہترین نمونہ ہے۔ یہاں سے ولنگڈن سٹریٹ شروع ہوتی ہے۔ جہاں سے سٹریٹ سٹریٹ نکلتی ہے۔ یہ سڑک بہت ہی مشہور ہے کیونکہ اس کے ایک طرف فیشن ایبل لندن یعنی ویسٹ اینڈ ہے اور دوسری طرف لندن کا پرانا شہر۔

ویسٹ اینڈ ویسٹ اینڈ کسی خاص جگہ کا نام نہیں۔ ویسٹ اینڈ کے نام سے سننے والے کے دماغ میں عالیشان عمارات بہت قیمتی ہوئی۔ نہایت اعلیٰ دکائیں اور بلند پایہ کلبوں کا تصور

بندھ جاتا ہے اور یہ ہے بھی درست۔ گروسیٹ اینڈ کے بہت بڑے حصہ میں جہاں کبھی خوبصورت محلات۔ ہوٹل اور کلب گھر تھے۔ آج کے بڑے بڑے ایوان تجارت ہیں۔ بڑے بڑے ڈاؤن اور ڈیو کوں کے محلات۔ مثلاً ڈیون ٹائمر ہوسپٹل میں امریکی رہائش گاہ نہیں رہے بلکہ تجارتی دفاتر میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ اور دنیا کی در آمد اور برآمد کا مرکز بن چکے ہیں ویسٹ اینڈ کا مرکز پکڈلی سٹریٹ ہے۔ جسے لنڈ کا دل کہنا چاہیئے۔ اسی تمام بڑی بڑی سٹریٹیں لندن کے اطراف کو نکلتی ہیں۔

۱) بونڈ سٹریٹ۔ جو لندن میں سامان آرائش کے تجارت کا مرکز ہے۔
۲) سینٹ جیمز سٹریٹ۔ یہ سڑک کلبوں کے لئے مشہور ہے۔ لندن کے تمام مشہور کلب گھر اس پر واقع ہیں
۳) رینٹ سٹریٹ۔ تجارتی سامان کے لئے مشہور ہے ان مشہور سڑکوں کے علاوہ اور بھی بہت سی سٹریٹیں یہاں سے نکلتی ہیں۔

برٹش میوزیم

برٹش میوزیم رسل سٹریٹ میں واقع ہے۔ یہ انگلستان میں سب سے بڑا عجائب خانہ ہے۔ جس میں تاریخ آرٹ۔ علوم قدیم اور ادب کی بہترین کتابیں اور دستاویز اور تادہ نمونہ جات محفوظ ہیں۔ اس کا فرما تعمیر دانی طرز پر ہے جو انیسویں صدی میں انگلستان میں بہت مقبول تھا۔ اس کی لمبائی ۷۰۰ فٹ ہے۔ جس کے دونوں سروں پر دو حصے آگے کی طرف بڑھے ہوئے ہیں۔ جن کے برآمدے ۴۰۰ ستونوں پر کھڑے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں اس عمارت کو بباری سے عظیم نقصان پہنچا۔ لیکن نادر اشیاء یہاں سے نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچا دی گئی تھیں۔ اس لئے وہ نقصان سے محفوظ رہیں۔ اس عمارت میں دنیا کے ہر ملک اور ہر مقام سے تاریخی اشیاء کی ایک لا کر انگلینڈ نے جمع کر رکھی ہیں۔

برٹش میوزیم کی بنیاد چلیسا (لندن) کے ایک ڈاکٹر نے ۱۷۵۳ء میں رکھی۔ اس ڈاکٹر کے پاس بہت سی نادر تاریخی اشیاء کا ذخیرہ تھا جو اس نے مرتے وقت ملک کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد ہر ملک کے فادات جو انگلینڈ کے ہاتھ لگے یہاں جمع ہوتے رہے۔ صرف لاٹیری میں کتابوں کی تعداد چالیس لاکھ ہے۔ جس میں سالانہ پچاس ہزار کتابوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ دولت مشترکہ میں ہر چھپنے والی کتاب کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے ریکارڈ روہ کا گنبد ۱۲۰ فٹ قطر کا ہے جو دنیا کے بڑے بڑے گنبدوں میں شمار ہوتا ہے۔ اخبارات کے تین لاکھ نسخے یہاں ہر سال آتے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دنیا کے مشہور ممالک میں نکلنے والا کوئی ایسا اخبار نہیں جس کا ایک نسخہ روزانہ یہاں وصول نہ ہوتا ہو۔ یہ اخبارات فاطوں کی صورت الماریوں میں رکھے جاتے ہیں۔ اگر کوئی

شخص آج سے ۱۰ یا ۲۰ سال پہلے کا اخبار دیکھنا چاہے تو تلاش میں کوئی وقت نہیں ہوتی۔ ہر ملک کے ہر اخبار کے لئے علیحدہ شیلیف ہے۔ جس میں اس کی فائلیں ترتیب وار لگی ہوئی ہیں۔

انگریزوں نے مصر پر کافی دیر قبضہ رکھا ہے اور مصر ایک ایسا ملک ہے جس کی تاریخی اہمیت کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ مصری تہذیب بھی ہزار سال قبل مسیح کی ہے۔ جس کا ذکر صرف بائبل میں موجود ہے بلکہ فرعون مصر کے مقبروں میں محفوظ ہے۔ انگریزوں نے قبضہ کے دوران میں ان مقابر سے جنوط شدہ لاشیں پائپرس رول اور دوسرے کتبے نکالے کچھ قاہرہ کے عجائب گھر میں رکھے اور باقی ماندہ یہاں لے آئے۔ برٹش میوزیم میں مصری نوادرات کے لئے علیحدہ گیلری ہے۔ جہاں جنوط شدہ لاشیں۔ مصری خط میں لکھے ہوئے ہزاروں سال پہلے بنی ہوئے پیرے۔ جواہرات لباس برتن۔ گھروں کا سامان رکھا ہے۔ تاریخ کے طالب علم کے لئے ان کے بعد کسی اور فن کی ضرورت نہیں رہتی۔ برٹش میوزیم کے قریب ہی لندن یونیورسٹی کے دفاتر ہیں۔ اوکسفورڈ سرکس کے شمال میں ایجنٹ پارک ہے۔ یہ تقریباً ۱۴۴۴ء میں پر باغات کی صورت میں چھلی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی لندن کا دوسرا خوش خانہ (چڑیا گھر) ہے۔

ہائڈ پارک اوکسفورڈ سٹریٹ میں ماربل آرچ کی طرف لے جاتی ہے ماربل آرچ دراصل امیر البحر نیلسن کی یادگار بنائی گئی تھی۔ لیکن اس کے نیچے سے شاہی جہاز گزرنے میں جب وقت پیش آتی تو اسے وہاں سے ہٹا کر ہائڈ پارک کا دروازہ بنا دیا گیا۔

ہائڈ پارک باغات کا ایک وسیع سلسلہ ہے جو اسٹ مال سے کننگٹن تک چھیلا ہوا ہے۔ اس کا محیط پانچ میل ہے اور اس میں ۴۰۰۰۰ مربع فٹ ڈارٹر کیس بنی ہوئی ہیں۔ جیمز اول کے عہد تک یہ شاہی شکار گاہ تھی۔ چارلس اول نے اس کے درمیان اکھاڑ بنایا۔ یہاں غنی معرکے ہوتے تھے جب دو انگریزوں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو جاتا تو وہ ایک دوسرے کو پستول یا تلوار کی دعوت دیتے۔ ہر ایک اپنے ساتھ ایک نائب لاتا۔ تلواروں کا مقابلہ ہوتا۔ ایک ذمہ دار ہو کر گریز کرتا۔ اور مارا جاتا اور دوسرا کامیاب ہو جاتا۔ اسے غنی معرکہ یا ڈوئل کہتے تھے۔ انگلستان اور یورپ میں اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے ابتدا تک ان معرکوں کا عام رواج تھا۔ قاتل، مجبور اور شاہی گیر یہاں جمع ہوتے اور سیر کرنے والوں کو اپنا شکار بناتے۔ لیکن جارج دوم کی ملکہ کیرویلین نے اسے سیر گاہ میں بدل دیا۔ ۱۰۰ ایکڑ زمین میں ایک مصنوعی بھیل بنائی۔ جہاں موسم گرما میں نہانے والے جمع ہوتے ہیں۔

یہ پارک اب لندن کی بہترین سیر گاہ اور تفریحی مقام ہے۔ جہاں مرد و عورتیں بچے ہزاروں کی تعداد میں جمع

ہو کر سیر و تفریح سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ موسم گرما میں شام کے بعد تو یہاں ایک میلہ لگا ہوتا ہے۔ جہاں سینکڑوں جوڑے (مرد و زن) بچوں پر بیٹھے یا گھاس پر بیٹھے چل بازوئوں میں مصروف پائے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی ایک دوسرے کو نہیں دیکھتا۔

لندن کا پیرانا شہر

لندن کا شہر دیکھنا ہو تو قطیف کے دن یعنی اتوار کو دیکھیں۔ جبکہ ہر بازار اور شہر پر تماشائیوں کا ہجوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسانوں کا گلیں مارتا ہوا سمندر کسی نمائش گاہ کی طرف جا رہا ہے۔ عام دنوں میں سڑکوں پر لوہوتا ہے۔

پیرانا شہر لاہور کے اندرون فیصل کے شہر سے ملتا جلتا ہے۔ جہاں سڑکیں تنگ ہیں گلیاں پھیرا اور بھول جلیاں کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔ پرانی وضع کی عمارتیں جو دھویں سے سیاہ ہیں نظر آتی ہیں۔ جن میں انسان جانوروں کی طرح بند ہیں۔ ایک کمرے میں پورا خاندان آباد ہے۔ کہیں فاقہ زدہ اور بے بس بچے گلیوں میں کھیلتے نظر آتے ہیں جن کے چمٹے پرانے کپڑے ان کی غربت کے آئینہ دار ہیں۔ پاکستان کے رہنے والوں نے تو انگریز حکمران کو دیکھا ہے۔ جس کا سر غور سے بلند رہتا۔ جو یہاں حاکم بن کر آتا اور حاکم ہی ریٹائرڈ ہو کر چلا جاتا۔ لیکن ان اندرون شہر کے رہنے والوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ لندن میں بھی غریب اور فلاکت زدہ لوگ ہیں۔ جن کو کبھی پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوا۔ جو سردی میں ٹھٹھرتے ہیں اور بھینس سرائی برطانی راتیں گلیوں میں سیڑھیوں پر گزارتی پڑتی ہیں۔

فلیٹ سٹریٹ

فلیٹ سٹریٹ ہے اور بائیں جانب فلیٹ سٹریٹ۔ اس سڑک کا نام دریائے ٹیمز کے ایک ساون پر رکھا گیا ہے۔ فلیٹ سٹریٹ کا نام آتے ہی لندن کے سیاح کے سامنے اخبارات کی دنیا آ جاتی ہے۔ اس سڑک پر لندن سے نکلنے والے تمام اخبارات رسالوں کے دفاتر اور چھاپے خانے ہیں۔ ڈیلی مرر۔ لندن ٹائمز۔ ڈیلی ایکسپریس بڑی بڑی جہاز کی عمارتوں میں واقع ہیں جو کئی کئی منزلوں کی ہیں۔

عجیب لکسم فلیٹ سٹریٹ جہاں ختم ہوتی ہے وہ جگہ ٹیل بار کہلاتی ہے یہاں ملکہ وکٹوریہ اور ایڈورڈ ہفتم کے جبکہ وہ ولیم سلطنت تھا۔ جسے نصب ہیں اس مقام سے ایک عجیب رسم وابستہ ہے۔ جب شاہی سواری کا جلوس شہر میں داخل ہو کر اس مقام پر پہنچتا ہے تو بادشاہ لارڈ میئر سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اسے ٹیل بار میں جانے کی اجازت دے۔ اس پر لارڈ میئر بادشاہ کی خدمت میں شہر کی چابیاں پیش کرتا ہے۔ اس کے بعد

جب سواری یہاں سے روانہ ہوتی ہے تو یہ چابیاں لارڈ میئر کو واپس کر دی جاتی ہیں۔

لندن کی عمارتیں

جنوب سے شروع ہو کر دریا کے کنارے تک سرکاری عمارتوں کی عمارات ہیں یہیں پر انٹر ٹیل اور ٹیل ٹیل واقع ہیں۔ جہاں سڑکی کی تقسیم دی جاتی ہے۔

ٹاور اور لندن

یہ قلعہ ٹاور ہل پر واقع ہے۔ یہ لندن کی بہت ہی پرانی عمارتوں میں سے ہے۔ درمیانی مروج گنبد بر سفید گنبد کے نام سے مشہور ہے۔ ولیم فاتح نے آج سے ایک ہزار سال پہلے بنایا تھا۔ بعد کے شاہی خاندان اس میں ازدادی کرتے چلے آئے اور آج یہ قلعہ ایک وسیع رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔ ہنری سوم اور ایڈورڈ اول نے اس کی فیصل بنوا کر مضبوطی میں اضافہ کیا۔ اس بڑے گنبد کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے برج بنائے۔ رچرڈ اول نے اس کے گرد گری خندق کھدائی مختلف شاہی خاندانوں کے عہد میں کبھی بطور قلعہ۔ کبھی شاہی رہائش گاہ۔ کبھی سرکاری جیل کبھی خزانہ۔ اور کبھی ریکارڈ آفس استعمال کیا گیا۔ اس کے ہر برج کا علیحدہ علیحدہ نام ہے۔ ان میں سے ایک غونی برج کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں ڈوک آف یارک اور اس کے بیٹائی ایڈورڈ پنجم کو ان کے بچانے قتل کیا تھا۔ اس لئے ایک برج میں سرورالٹر پلے کو نظر بند کیا گیا۔ جہاں اس نے دنیا کی تاریخ لکھی۔

اس کا ایک حصہ وائرلویارک کہلاتا ہے۔ اس میں ٹاور آف لندن کا محافظ دستہ رہتا ہے۔ یہ سفید برج کے شمال کی طرف واقع ہے سفید برج کے جنوب کی طرف سینٹ تھامس کا برج ہے۔ اس برج کا بیرونی دروازہ غداروں کے دروازہ کے نام سے موسوم ہے۔ جن کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔ وہ اس دروازہ سے برج میں داخل کئے جاتے۔ اس وجہ سے یہ دروازہ اس عجیب نام سے موسوم ہوا۔ اسی دروازے سے غونی برج کو بھی ایک راستہ جاتا ہے۔ ٹاور آف لندن کا ایک برج جو دریائے ٹیمز کی طرف ہے وہ وکٹوریہ ٹاور کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں شاہی جواہرات محفوظ ہیں۔ ان جواہرات میں انگلستان کے شاہی تاج (سینٹ ایڈورڈ کا تاج) ملکہ وکٹوریہ کا تاج۔ ولیم سلطنت کا تاج ہیں جو گیارہ ہزار قیمتی پتھر ہیرے اور جواہرات سے مزین ہیں۔ ان کے علاوہ قیمتی لباس۔ پرانے زیورات۔ تاج پوتی کے وقت تیل لگانے کا پیچ۔ سونے کا عقاب بھی یہاں رکھا ہوا ہے۔

چارلس دوم کے عہد میں کیپٹن بٹنامی ایک انگریز ان جواہرات کو چرانے میں کامیاب ہوا۔ جب چوری کی خبر ہوئی تو کیپٹن کی تلاش شروع ہو گئی اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔ جب بادشاہ کے سامنے پیش ہوا۔ تو

بادشاہ اس کامیاب چور سے اس قدر خوش ہوا کہ اسے نہ صرف معاف کر دیا۔ بلکہ بطور انعام زندگی بھر کی پنشن بھی دے دی۔ اس کے بعد آج تک کئی لوگوں نے یہ جواہرات چوری کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان تک رسائی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ٹاور کو دوسری جنگ عظیم میں بمباری سے نقصان پہنچا۔ لیکن اب اس کی مرمت ہو چکی ہے۔ ٹاور کے حفاظتی دستے کا اب تک وہی پرانا یونیفارم چلا آتا ہے جو ہنری دوم کے زمانے میں پہنا جاتا تھا اور سرکاری جلوس میں جب یہ دستہ شریک ہوتا ہے تو ان کی شاندار وردیاں تماشاخیوں کی نظروں کا مرکز بن جاتی ہیں۔

لندن کی بندرگاہ ٹاور آف لندن کی طرف دریائے ٹیمز کا پہلا ٹاور برج کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ۱۰۶۶ء میں بنایا گیا۔ اس کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ اتنا بلند نہیں کہ اس کے نیچے سے جہاز گزر سکیں۔ جب جہاز آتا ہے تو یہ پہلے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ جہاز کے گزرنے کے بعد دونوں حصے پھر اپنی جگہ پر آ جاتے ہیں اور پہلے آنے والوں کے لئے کھل جاتا ہے۔ اس پہلے سے لندن کی بندرگاہ شروع ہوتی ہے۔ یہ بندرگاہ میلوں تک چلی جاتی ہے۔ یہاں دہ دنیا کے سب سے بڑے ہڈاک بنے ہیں۔ جہاں ہر سال ۶۰ ہزار جہاز آتے جاتے ہیں۔ یہ ڈاک ۱۰ میل تک دریا کے کنارے چلے جاتے ہیں۔ ٹاور برج کے شمال مشرق کی طرف شاہی ٹکسوں کی عمارتیں ہیں۔ یہاں ہر قیمت کے سکتے۔ انعامی اور فوجی تھمے بنتے ہیں۔ ٹکسوں کا اپنا عجائب گھر بھی ہے۔ جس میں انگلستان کے پرانے بادشاہوں کے وقت سے لے کر آج تک جس قدر سکتے اور تھمے بنائے گئے ہیں۔ شیشے کے شوکیں ہیں رکھے ہوئے ہیں۔ عجائب گھر کی سیر کے لئے اجازت لینا ضروری ہے۔

پچھلی منڈی ٹاور ہل سے ایک سڑک پچھلی منڈی کی طرف جاتی ہے یہ منڈی ایک ہزار سال ہوئے یہاں پچھلی کے کاروبار کے لئے قائم ہوئی اور آج بھی یہاں کی کہاں کہی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

دریائے ٹیمز کا جنوبی کنارہ ایوان پارلیمنٹ دوسری طرف دریائے ٹیمز کا جنوبی کنارہ سرے کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں لندن کی پچھلی کیٹی کے دفاتر اور ہال ہے۔ یہ عمارت ۱۹۹۲ء میں شروع ہوئی اور ۱۹۹۲ء میں اس کا افتتاح شاہ جارج چہم نے کیا۔ اس کنارے کا بند البرٹ بند کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں سے ایوان پارلیمنٹ بڑگاہ

لیسٹ منسٹر ہال کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ لندن کی ادنیٰ عمارات کے پھولوں کے کلس دور فضا کی گہرائیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ جہاں یہ بند ختم ہوتا ہے۔ وہاں لیجٹ پلس ہے جو آج شپ آف کینٹربری انگلستان کے لاٹ پادری کی رہائش گاہ ہے۔ لیجٹ پلس سے آگے واٹر زووتھ بیرج آتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں سے ہر سال اؤکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں کے درمیان بوٹ ریس دشتیوں کی دوڑ شروع ہوتی ہے کینٹنگٹن میں ترے کرکٹ کلب کا ہیڈ کوارٹر ہے اور یہاں ہی اوول کا میدان ہے جو لندن کا سب سے بڑا کرکٹ کا میدان ہے۔ اسی میدان میں آسٹریلیا انگلینڈ کے ٹسٹ میچ منعقد ہوتے ہیں پچھلے سال یہاں پاکستانی کھلاڑیوں نے انگریزوں کی بہترین ٹیم کو اسی میدان میں شکست دی تھی۔

دریائے ٹیمز ٹیمز لندن کا دریا ہے۔ جس کے دونوں کناروں پر لندن کا شہر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں کشتیاں، جہاز ہزاروں کی تعداد میں چلتے ہیں۔ دن رات آنے جانے والے جہازوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ اس کی مشرقی شاخ پر لندن کا صنعتی اور تجارتی مرکز واقع ہے۔

ایک عجیب سرنگ دریائے ٹیمز میں لمبی ایک سرنگ بنائی گئی ہے۔ جس میں دو روپے آمد و رفت کے لئے گاڑیاں چلی سکتی ہیں پیدل چلنے والوں کے لئے علیحدہ فٹ پاتھر بھی بنائے گئے ہیں۔ اس سرنگ کو بجلی کی روشنی سے منور کیا گیا ہے۔ ہوا بھی فرائے دار چلتی رہتی ہے۔ ہم نے موٹر میں اس کی سیر کا خوب لطف اٹھایا۔

زمین و فوڈ ریس لندن اور اس کے مضافات کو جلداز جلد طے کرنے کے لئے بجلی کے ذریعہ چلنے والی میٹرو ریلوں کا بڑا لمبا جال بنایا گیا ہے۔ ٹیڑھ سو کے قریب اس ریل کے اسٹیشن ہونگے۔ پانچ پانچ دس دس منٹ کے بعد یہ گاڑیاں ہر اسٹیشن پر موجود ہوتی ہیں۔ ٹرین آتے ہی اس کے دروازے خود بخود کھل جاتے ہیں دو ٹین منٹ سے زیادہ ٹرین اسٹیشن پر نہیں رکتی چلتے وقت دروازے خود بخود بند ہو جاتے ہیں۔ مرد عورتیں اور بچے بڑی پھرتی اور سستی سے چڑھتے اور ہترتے ہیں۔ دائمی یہاں کی مصروف زندگی دیکھ کر بڑا رشک آتا ہے کہ یہ لوگ وقت کی کیونکر قدر کرتے ہیں اب مجھے صرف دو اور عمارات کا ذکر کرنا ہے جن کی نظیر ہمارے ہاں ملنا ناممکن ہے۔ پہلے تو لندن میں بڑے بڑے ہوٹل ہیں۔ جہاں ہر طرح کی اشیاء حیا ہو سکتی ہیں۔ لیکن تفریح کمپنی اور اؤکسفورڈ

بیک اینڈ کمپنی اپنی رسم کے واحد تجارتی مرکز ہیں۔ ان کو اگر ایک تجارتی شہر کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ہر دوسلر وسیع اور کئی منزلوں کی عمارات میں واقع ہیں۔ جن کے ادبہر نیچے جانے کے لئے لفٹ لگے ہوئے ہیں۔ ٹیلیفون اس قدر ہیں کہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے اور ایک ہی کمرے میں ایک شال سے دوسری شال سے باتیں کرنے کے لئے ٹیلیفون استعمال ہوتے ہیں۔ گاہکوں کو ہر قسم کی سہولت میسر ہے۔ خوبصورت نوجوان لڑکیاں سیلز وومن کی ڈیوٹی پر منتہیں ہوتی ہیں۔ اور ان کا انداز گفتگو اس قدر دل رہا ہوتا ہے کہ گاہک بغیر خریدے واپس نہیں جاسکتا۔ ان تجارت کا ہل میں آپ کو ہر چیز مل سکتی ہے۔ نیاری کا سامان، ٹیلیفون کی ضروریات، ادویات، کپڑا، بجلی کا سامان، پرنٹنگ کی اشیاء، آرائش کی اشیاء، فرنیچر، عمارتی ضروریات، رنگ، مینٹ وغیرہ۔ غرضیکہ کوئی ضرورت کی چیز ایسی نہیں جو ان سٹورز میں نہ مل سکے۔ ہر سامان کے لئے علیحدہ علیحدہ ڈیپارٹمنٹ ہے۔ انداز کے لئے علیحدہ شاپ آپ نے جو چیز پسند کی اس کا خوبصورت پیکٹ تیار ہو کر فدا آپ کو مل جائے گا۔

کاش ہمارے ہاں بھی ایسا ہو کہ دکھاندریانت داری سے کام کریں اور گاہک ان پر بھروسہ کر سکتے اسلام نے تو جس کاروبار کی تعلیم پر زور دیا ہے اس میں دیانت داری پہلا اصول ہے۔ خریدار کو اچھی چیز دکھا کر ناقص شے نہ دیں۔ اگر خریدار کو غلطی سے کوئی ناقص شے چلی گئی ہے تو اسے فوراً واپس لیا جائے اور جس شے کا سودا کیا گیا ہے۔ وہی مال خریدار کو دیا جائے۔ اگر انگریزوں نے اس اصول کو پہلے باندھ لیا اور دنیا کی تجارت ان کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ مسلمان جن کو مذہب نے سچائی اور دیانت داری کی تعلیم دی تھی۔ وہ اس کو چھوڑ کر اغیار کی غلامی کا شکار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو اسلام کے اصول پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

لندن میں ان مقامات کے علاوہ اور بھی کئی ایک جگہیں تھیں جو دیکھنے کو دل چاہتا تھا۔ اور ابھی دیکھا ہی کیا تھا۔ زمین و فوڈ ریس لیسوں اور موٹروں میں بھاگ بھاگ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جا رہے تھے۔ ہمارے دوست سرٹر حسین کہتے تھے کہ آپ نے اس نور و فوڈ قیام میں اتنا دیکھ لیا ہے جو عام لوگ پچھلے میں ہی نہیں دیکھ سکتے۔ یہاں سے ۶ میل کی راہ کو ہم ہوائی جہاز میں سوار ہو کر پیرس (فرانس) کو روانہ کر گئے۔

(باقی آئندہ)

لیٹا جائے۔ اس کی حکمت یہ بتائی گئی کہ اگر لیٹا بیٹھو گی اور بدتمیزی ہے۔ سیدھے بھی نہیں لیٹا جاسکتا۔ بائیں کروٹ سونے سے قلب کو جو کہ بائیں طرف ہے زیادہ سکون حاصل ہوگا۔ اور نیند گہری آئے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ذکر الہی کے لئے اٹھا نہیں جاسکے گا۔

اسی طرح چلتے وقت میانہ روئی سے چلا جائے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:-

”رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر

نرم روئی سے چلتے ہیں۔“

غرضیکہ پوری حیات کے لئے آپ کے ارشادات موجود ہیں۔ ہمیں کہیں بھی باہر جانے کی ضرورت نہیں۔

مجھے بتایا گیا کہ چچہ آپ نے اس کی پلیٹ میں لٹا کر دیا ہے۔ اس پر وہ ایسا تڑپا ہے۔ میں نے چچہ کو سیدھا کیا تب وہ وہاں سے ہلا۔

دعوت کے بعد مجھے کچھ کہنے کے لئے کہا گیا۔ میں نے حاضرین سے کہا کہ مجھے اپنی قوم کے اتباع شریعت پر بہت خوشی ہوئی (طنزاً) آپ جس قدر انگریزی ادب کے بارے میں محتاط ہیں اگر یہ کاوش اتباع رسول اللہ میں ہو تو کیا ہی اچھی بات ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں معمولی معمولی باتوں کا سبق دیا دکھانے کا طریقہ اور پروردگار (جو چکا ہے) سونے کا طریقہ یہ ہے کہ داسنی کرکٹ

یقیناً طبیعت (مذہب سے آگے)

کیسے چھوڑ دوں۔

خوارق کا ظاہر ہونا بڑی بات نہیں۔ اگر یہ چیز انبیاء کے اتباع میں ہے۔ تو کرامت ورنہ کرتب۔ اور یہ خدا رسیدہ ہونے کی دلیل نہیں۔

شریعت ہی صحیح انسانیت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور اس کا اتباع ہم خرم و ہم ثواب کا حکم رکھتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ بسم اللہ پڑھنے کو شروع کرے اور الحمد للہ پڑھ کرے۔ تو سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ انسان کی دنیا اس کا دین بن جاتا ہے جو چیز ایمان کے تحت ہو تو وہ عین عبادت بن جاتی ہے۔ ہمارا کام اتباع کا ہے۔ اسی کا نام حیات طیبہ ہے۔

مسلمان جو غارتخ میں بھی سیدھی راہ کا طالب ہے۔ اس کا حاصل یہی ہے کہ اگر سیدھی راہ مل جائے تو کام خود بخود ہونے لگے ہیں مسجد کا فیلہ درست نہیں تو وہ نماز قابل قبول نہیں ہوگی۔

پہلی شرط اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے ہمارا ہر عمل اُن کے عمل کے مطابق ہونا چاہئے۔ مثال کے طور پر آپ کو چھینٹ چاہئے اور آپ کا ملازم کیچڑا بے آئے۔ آپ اس کو ہرگز پسند نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ نمونہ اور آپ کی فہمائش کے مطابق نہیں ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں نمونہ بنا کر بھیجے گئے۔ ہمارے اعمال اگر اُن سے مشابہ ہوں گے تو درست ورنہ بیکار۔ خواہ کتنی ہی بڑی سے بڑی ریاضت کیوں نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ عمل میں اخلاص ہو۔

جتنا اخلاص کھٹے کا اتنا کفر آئے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل کی بھی دقت بنیادی ہیں۔ اللہ کا حصہ اخلاص

ہے اور رسول اللہ کا اتباع۔ عمل کو اس کو سونپی پر پرکھنا چاہئے۔ اگر فقط ایک چیز ہے تو عمل کا پتہ جائے گا۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ کام تو ہوتا ہی ہے لیکن اگر اسے اتباع رسول میں کر لیا جائے تو دو غام کی بھلائی ہو سکتی ہے۔

ایک دفعہ کراچی کے ایک بڑے ہوٹل میں عورت کا اتفاق ہوا۔ سنت کے مطابق کھانے کا

طریقہ یہ ہے کہ اگر طول بیٹھ کر کھایا جائے۔ الٹی پالتی

بورت میں کھانا منع ہے۔ البتہ اگر بہ امر مجبوری

دی نجیم شعیب ہے تو دوسری بات ہے۔ ہاں تو اس

ہوٹل میں کھانا کھڑے ہو کر کھایا جاتا تھا۔ میدان

ی چل چکر کھا لیتے ہیں۔ اب انسانوں نے بھی

یہ ایسے ہی شروع کر دیا۔ ایک ملازم بیٹھ میں

مانا لایا۔ میں نے بعد ضرورت اپنے برتن میں

رہا۔ اس کے بعد وہ واپس جانے کی بجائے

یا کھڑا رہا۔ میں کہتا ہوں کہ جاؤ۔ وہ نہیں۔

یقیناً جماعت نماز پڑھتے ہیں

(مذہب سے آگے) جماعت کی پورا نہیں ہوتی۔ اور اس کو وہ بڑی بڑی

سختی میں۔ حالانکہ کمال بزرگی تو اللہ کے محبوب کا

اتباع ہے۔

راہ گناہ گار نہ نکھولنے دلی میں ایک ایسے

پیر کی زیارت کی کہ اس کو مسجد میں اگر جماعت سے

نماز پڑھنا تو درکنار سرے سے نماز پڑھنے کی بھی

توفیق نہ تھی۔ اس کا فقط اتنا کام تھا کہ صبح کے

وقت تلوین لکھ دیا کرتا تھا۔ ایک شخص سے تلوین

لے کر میں نے دیکھا۔ تو اس میں تین پیر لکیریں لگی

جوئی تھیں۔ میں نے اس سے کہا کہ اس میں تو کچھ

بھی نہیں۔ نہ حروف نہ آیات فقط لکیریں لگی

ہوئی ہیں۔ جواب ملا کہ وہ تم کیا جانتے انہیں لکیروں

میں تو کرامات ہے۔ جس کو دیدیا میں بارہا بن

گیا۔ خدا خیر کرے۔ جیسے منہ دے فرشتے۔

دعوتیں لرائیں۔ نذرانے وصول کئے۔ یہ جا اور وہ جا۔

یسا پیر خود بھی جہنم کا امیدوار اور مرید بھی۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ کچھ صحابہ

حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر تھے نماز کی پابندی

اس کی فضیلت تاکید کر رہے تھے۔ اس پر

حضرت عائشہ نے تائید حضور کے مرض انوات کا وہ

بیان فرمایا کہ ایک دن نماز کا وقت آیا اور اذان

ہوئی تو حضور نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہو نماز پڑھیں

عرض کیا گیا کہ حضور ابو بکر تو نہایت رقیب القلب

انسان ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہو گئے تو ان کا

دلی قابو نہ رہ سکے گا۔ اور نماز نہ پڑھا سکیں گے۔

آپ نے پھر وہی جواب دیا اور فرمایا کہ تم اپنی بات

کہتے ہو جیسی یوسف علیہ السلام سے صحر کی عورتیں

کہتی تھیں۔ ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھاؤں جب حضرت

ابو بکر نماز پڑھانے کو نکلے تو اتنے میں حضور نے

مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی اور آپ دعا دے دیں

کے سہارے سے نکلے۔ میری آنکھوں میں آنکھ

وہ حالت موجود ہے کہ حضور کے قدم مبارک زمین

پر گھسیٹے ہوئے جاتے تھے۔ یعنی اتنی طاقت

بھی نہ تھی کہ زمین سے پیر اٹھا سکیں۔ وہاں حضرت

ابو بکر نماز شروع کر چکے تھے۔ چاہا کہ پیچھے ہٹ

جائیں مگر حضور نے منع فرمایا۔ اور اُن ہی سے نماز

پڑھوائی۔ اب یہاں وہ حضرات توجہ فرمائیں۔ کہ

جہتیں حوائے تندرستی جیسی نعمت بھی دی ہے اور

مسجد میں آنے سے خوف خطر بھی کوئی نہیں مگر

پھر بھی جماعت کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں

نہیں آتے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم حضور کے امتی

ہیں۔ نبی کا تو یہ حال کہ مرض الموت میں بھی مسجد میں

تشریف لے جا کر نماز ادا فرمائیں اور امتوں کی یہ

کرتوت کہ تندرستی میں بھی کوئی خیال نہیں۔ پھر کیا

انہیں لچھنوں پر شفاعت کے امیدوار ہیں۔

مسلم شریف میں موجود ہے کہ ایک شخص

مسجد سے اذان ہونے کے بعد بغیر نماز پڑھے

چلا گیا۔ تو حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ اس شخص نے حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اور ان کے مقدس حکم کو نہ مانا خیال

فرماتے کہ حضرت ابو ہریرہ نے تارک جماعت کو کہا کہ کیا کسی

مسلمان کو اب بھی بلا عزت و حرمت کی جرأت ہو سکتی ہے۔

”احیاء العلوم“ میں ہے کہ سلف صالحین کا یہ دستور

تھا کہ جس کی جماعت ترک ہو جاتی ہے سات دن تک تمام

اس کی مزاج پر ہی گرتے۔

ہمارے فقہا کہتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں لوگ جہت

چھوڑ دیں اور کہنے سے بھی نہ مائیں تو اُن سے رونا حلال ہے

اور بے عذر تارک جماعت کو سزا دینا امام وقت پر واجب

اور اس کے پڑوسی اگر اس کے اس فعل قبیح پر کچھ نہ بولیں

تو گنہگار ہوں گے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جمعہ اور جماعت کے لئے

بیز قدم چلنا درست ہے بشرطیکہ زیادہ تکلیف نہ ہو۔

اگر کوئی شخص دینی مسائل کے پڑھنے پڑھانے میں ورنہ

مشغول رہتا ہو۔ اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو تو معذور نہ سمجھا

جائے گا۔ اور اس کی کوئی ای قبول نہ ہوگی۔ ذرا سوچئے کہ جب ایسا

(باقی صفحہ ۱۹)

ایڈیٹر:-

عبد المنان چوہان

ہفت روزہ اخبار

ہدایت خدمت
سالانہ گیارہ روپے
صدائی چار روپے
فی پرچہ چار آنے

— ملتان - ۵ نومبر - معلوم ہوا ہے کہ حکومت مغربی پاکستان ملتان اور لاہور یونیٹی کے سیلاب زدہ کاشت کاروں کے لئے ۴۰ لاکھ روپے کے قعادی فرسٹ منظور کر چکی ہے۔ یہ رقم مختلف اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں کے حوالے کر دی گئی ہے۔ تاکہ ضرورت مندوں میں کمزوروں اور مکانوں کی مرمت اور بیج بیل چارہ اور دوسری اشیاء کی خریداری کے لئے فوری طور پر تقسیم کر دی جائے۔

— لاہور - ۵ نومبر - مغربی پاکستان اور بھارت کے مابین امرتسر لاہور کے راستے گاڑیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی ہے۔

— کراچی - ۸ نومبر - ہفتوں کے وقفہ کے بعد آج دستور ساز اسمبلی کا اجلاس شروع ہو گیا۔ اسمبلی نے آج ایک سو نو قانون منظور کیا ہے جس کے مطابق آئندہ ۲۷ کی بجائے ۲۰ ارکان کی موجودگی اجلاس کا کورم پورا کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

— کراچی - ۸ نومبر - کابل میں پاکستانی پرچم کی توہین پر ہندو حکومتوں میں جو بھڑک چکا تھا۔ افغانستان کی طرف سے اس کی مسلسل خلاف ورزی پر حکومت پاکستان زبردست احتجاج کر رہی ہے۔

— کراچی - ۸ نومبر - معلوم ہوا ہے کہ مرکزی حکومت پر سب کچھ کی نئے سرے سے تشکیل کر رہی ہے۔ تاکہ اسے اخبارات اور عوام کا مزید تعاون حاصل ہو سکے۔

— کراچی - ۸ نومبر - معلوم ہوا ہے کہ پاکستان مسلم لیگ کنونشن جو اس سے پہلے تین بار ملتوی ہو چکی ہے۔ وسط دسمبر میں منعقد ہوگی۔

— کراچی - ۸ نومبر - کل دستور ساز اسمبلی میں ایک یونٹ ایکٹ میں ترمیم کرنے کے لئے ایک بل پیش کیا جا رہا ہے۔ اس بل کی منظوری کے بعد دستور ساز اسمبلی کا اجلاس دو ہفتے کے لئے ملتوی کر دیا جائے گا اس عرصہ میں آئین کے اہم ترامیمی امور کے متعلق قطعی فیصلے کرنے کے لئے کونینشن پارٹی کے اجلاس جاری رہیں گے۔

— کراچی - ۹ نومبر - آج دستور ساز اسمبلی کا اجلاس ۲۹ نومبر تک ملتوی کر دیا گیا۔

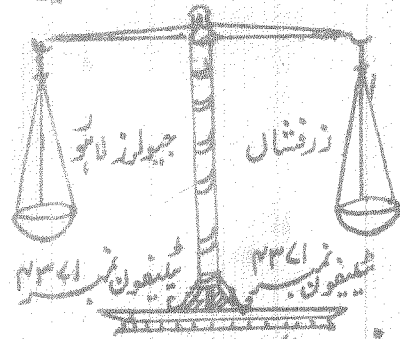
— کراچی - ۹ نومبر - حکومت پاکستان نے آج صدر ہر افغان سفارتخانے کے ناظم الامور کو ایک احتجاجی مراسلہ دیا۔ جس میں افغانستان کی طرف سے حاوڈ پرچم کے بعد کئے جانے والے سمجھوتے کی خلاف ورزی کے خلاف زبردست احتجاج کیا گیا۔

— کراچی - ۱۰ نومبر - حکومت مغربی پاکستانی کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب نے اعلان کیا ہے۔ پشتونستان کے حامی ملک کے زبردست فساد میں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں مضبوط مرکز اور مخلوط انتخابات کا حامی ہوں۔

— کوئٹہ - ۱۰ نومبر - گورنر جنرل میجر گنڈر نے اعلان کیا ہے کہ غیر ملکی ایجنٹ پاکستان چھوڑ کر جاسکتے ہیں۔ ایک دفعہ پاکستان چھوڑنے کے بعد انہیں دوبارہ پاکستان آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

— مظفر آباد - ۱۳ نومبر - ریاست جموں و کشمیر کے معزول وزیراعظم شیخ عبد اللہ نے بھارتی حکومت کی طرف سے سمجھوتہ کی ایک اور پیشکش مسترد کر دی ہے۔

نفس زواریت



اسکے علاوہ
ہر طرح کے زیورات آرڈر
پر تیار کئے جاتے ہیں۔
زیورات خریدتے وقت
دھرم کانٹے کی سوٹی اور
دکان کا نام دونوں کو ضرور دیکھیں

نرفشال جیولرز ۳۴ کمرشل بلڈنگ ڈی مال - لاہور

قائم شدہ ۱۹۲۸ء سابقہ
زیر دواڑہ
مہر وزیر خزانہ
پاک لاک ڈاؤن
لاہور ٹیلیفون نمبر ۶۱۲۱
زیر دواڑہ
مہر وزیر خزانہ
تالے قینچیاں۔ چاقو۔ پیمبریل۔ دیگر سامان کٹری کے لئے مشہور ہے۔
جنیوا - ۶ نومبر - وزیراعظم کی کالفرنس میں دن کے لئے طوری ہو گئی ہے۔

— عمان - ۶ نومبر - سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ برطانیہ اردن کی فتنائیکو وں دیماڈ جیٹ طیارے دے گا۔ ان کی تربیت دینے کے لئے برطانوی ہوا باز عنقریب عمان پہنچے وں گے۔

— پیرس - ۶ نومبر - سابق سلطان مراکش سیدی محمد پور عت اور فرانس کے وزیر خارجہ میسجور پینے کی طرف سے ایک مشترکہ اعلان میں بتایا گیا ہے کہ مراکش میں ایک جمہوری حکومت قائم کی جائے گی اور سلطان کو ایک آئینی حکمران کی حیثیت حاصل ہوگی۔

— واشنگٹن - ۶ نومبر - امریکہ کے نائب وزیر خارجہ نے اعلان کیا ہے کہ اگر مشرق وسطیٰ کے کسی ملک پر فوجا وہ عرب ہوا اسرائیل کو کیا گیا تو امریکی حکومت اسے مدد دینے کے لئے ہر ممکن اقدام کرے گی۔

— نئی دہلی - ۶ نومبر - ہندوستان کی حکومت نے حال ہی میں شیخ عبداللہ کو اس شرط پر رہا کرنے کا وعدہ کیا کہ وہ ریاست کے احمق کے سوال پر خاموش رہیں گے۔

— نئی دہلی - ۸ نومبر - جو گنڈر نگر باور ہاؤس سے مغربی پاکستان کو جو بجلی ہٹا کی جاتی ہے۔ اس کی مقدار میں دو ہزار کلو واٹ بجلی کی کمی گئی ہے۔

— جنیوا - ۹ نومبر - چار بڑی طاقتوں کے وزرائے خارجہ کے اجلاس کا موجودہ بحران کا نفس کی ناکامی پر منتج ہوگا۔

— قاہرہ - ۹ نومبر - سعودی عرب نے آج عرب لیگ کے دوسرے ممبر ملکوں کو مطلع کیا ہے کہ اس خطے برائیمی کے متعلق تدارع اقدام متروک کی حفاظتی کونسل میں پیش کر دیا ہے۔